دکن ریویو سلسلہ جدید

اسلام نمبر سلک دوم

فہرست مضامین

نمبر ۱۱ و ۱۲ — ستمبر و اکتوبر ۱۹۰۷ء — جلد اوّل

التماس

اسلام نمبر کی سلک دوم ناظرین کی خدمت مین پیش کیجاتی ہے۔ اس لڑی مین جتنے موتی پروے جانے چاہیئے تھے سو افسوس کہ نہ پروے جاسکے۔ اس کی وجہ کچھ تو قلت گنجایش تھی کیونکہ ستمبر اور اکتوبر کے پرچون مین جن کی مجموعی ضخامت ۱۱۲ صفحہ ہوتی ہے کیا کیا درج کیا جاتا اور ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ جن بزرگان ملک وملت نے اس سلک کے لیے مضامین بھیجنے کا وعدہ کیا تھا ان مین سے بعض کی مضامین کا اب تک انتظار ہے اور بعض نے اوس وقت ایفائے وعدہ فرمایا جبکہ یہ سلک طبع ہوچکی تھی۔ مولوی عبدالحق صاحب کے مضمون العالم الاسلامی کا بھی صرف ایک حصہ چھپ سکا۔ باقی اجزا آیندہ نمبرون مین شایع کیے جائینگے۔

سلسلہ جدیدہ کا پہلا سال ختم ہوتا ہے اور جب ہم خانہ بردوشی اور پریشان روزگاری کی اون گوناگون مصیبتون پر نظر ڈالتے ہین جن مین دکن ریویو ہمارا برابر کا شریک رہا اور جو خدا کے فضل وکرم سے کہین اب جاکر رفع ہوئی ہین تو ہمین کہنا پڑتا ہے کہ سلسلہ جدیدہ کا پہلا سال خدا خدا کرکے ختم ہوا۔ اس عرصہ مین تاخیر اشاعت کے دیرینہ مرض نے اگرچہ دکن ریویو کو پنپنے نہین دیا۔ لیکن بہت سے قدردان اور ہمدرد معاونین کی مسیحانفسی اسکی ممد حیات ثابت ہوئی اور ہم امید کرتے ہین کہ سال آیندہ یعنی نومبر سنہ ۱۹۰۵ء سے یہ بالکل صحیح وسالم اور تندرست ہوجائیگا۔

جن معاونین کا دکن ریویو پر بہت بڑا احسان ہے ان مین دو نام ایسے ہین جنہین شکر و امتنان کے توسین مین درج نہ کرنے سے ہم پر من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کا الزام عاید ہوگا۔ مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے ہوم سکرٹری دولت آصفیہ کی بیش بہا تائید کے بغیر جو پاس وضع کے لحاظ سے زمانہ کے نشیب و فراز کی شرمندہ احسان نہین دکن ریویو کا چراغ زندگی کبھی کا گل ہوگیا ہوتا اور یہ اونہین کی توجہ تھی کہ اس پرچہ کو یمین السلطنۃ مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر کے سی آئی۔ ای وزیر اعظم دولت آصفیہ کا سا جلیل القدر اور جامع حیثیات سرپرست ملا جس کی توجہات نے اس مین نئی جان ڈالدی۔

اسی سلسلہ مین ہم اپنے اون معاونین کا دلی شکریہ ادا کئے بغیر نہین رہ سکتی جنہون نے خاص طور سے دکن ریویو کے حال پر توجہ فرمائی ہے اور یا تو اپنی ذات خاص سے مدد فرما کر اور یا اپنے دائرہ احباب مین اس کی اشاعت کو وسعت دیکر ہمین زیر بار منت کیا ہے۔ ان حضرات کے اسماے گرامی درج ذیل ہین۔

(۱) ہز ہائینس نواب محمد ابراہیم خان بہادر فرمانرواے سچین

(۲) عالیجناب نواب سلطان الملک بہادر۔ حیدرآباد دکن

(۳) سید شاہ عبد الحی صاحب قمیصی القادری۔ حیدرآباد دکن

(۴) پنڈت نروتم داس صاحب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولس ہنگولی۔ حیدرآباد دکن

(۵) مولوی سید حیدر شاہ صاحب لاہور۔

(۶) مولوی سید منظور امام صاحب رئیس پٹنہ

(۷) مولوی محمد عبد الحفیظ خان صاحب وکیل محبوب نگر (حیدرآباد دکن)

(۸) مولوی محمد عبد الواحد صاحب رئیس فتح گنج (ممالک متحدہ)

(۹) مولوی سید محمد جامع صاحب محکمہ فینانس۔ حیدرآباد دکن

(۱۰) مولوی اظہار عالم صاحب تحصیلدار حیدرآباد دکن

(۱۱) مولوی سید فخر اللہ صاحب انسپکٹر جنگی پٹن (حیدرآباد دکن)

(۱۲) حکیم محمد ولی صاحب کسمنڈوی مہتمم محبس گلبرگہ۔

(۱۳) مولوی محمد عبد الحی صاحب ضلعدار نہر منگووالی (پنجاب)

(۱۴) مولوی الہ بخش صاحب ہیڈ ماسٹر نارمل اسکول حیدرآباد دکن

(۱۵) ڈاکٹر رستم علی صاحب صوفی۔ مستوج (چترال)

(۱۶) ڈاکٹر سید احمد صاحب حیدرآباد دکن

(۱۷) مولوی سید شاہ غلام احمد صاحب مشایخ کلیانی بیدیٹہ

(۱۸) مولوی سید مودود احمد صاحب قادری۔ حیدرآباد دکن۔

سب سے آخر مگر سب سے زیادہ شکریہ کے مستحق ہمارے قلمی معاونین ہین جن کے بغیر دکن ریویو دکن ریویو نہ ہو۔ یورپ و امریکہ مین مضامین نگار بے معاوضہ لیے کچھ نہین لکھتے۔ ہمارے ملک مین ایسے لوگ جو مضمون لکھ سکتے ہین اور وہ بھی ایسا کہ دکن ریویو مین اندراج کے قابل ہو اول تو ہین ہی گنتی کے اور دوسرے انہین صلہ کی پروا نہین شکر ہے کہ جن اصحاب نے ہمارے لیے مضامین لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی وہ اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہین۔ ہم اپنی خوش قسمتی پر نازان ہین اور ان کی توجہات کے شکرگزار۔ اصحاب ذیل کی عنایات کا سلسلہ اگر اسی طرح قایم رہا تو ترقی کا کوئی درجہ نہین جو دکن ریویو طے نہ کر سکے۔

(۱) یمین السلطنتہ مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کے سی آئی۔ ای وزیر اعظم دولت آصفیہ

(۲) مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے ہوم سکرٹری دولت آصفیہ۔

(۳) خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب پنشنر جج الہ آباد

(۴) علامہ شبلی نعمانی اعظم گڑہ

(۵) شمس العلما مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پت

(۶) مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے صدر مترجم ہوم آفس حیدر آباد دکن

(۷) مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنو۔

(۸) مولوی سید نور الضیاء الدین صاحب مفتی مجلس عالیہ عدالت حیدرآباد دکن

(۹) مولوی محمد معشوق حسین خان صاحب بی۔ اے ناچی محکمہ مالگزاری حیدرآباد دکن

(۱۰) خان بہادر میر علی محمد صاحب شاد پٹنہ

(۱۱) مولوی حمیدالدین صاحب بی اے پروفیسر مدرستہ العلوم علیگڈہ

(۱۲) مولوی حافظ سید فضل حق صاحب آزاد بانکی پور

(۱۳) مولوی مرزا محمد اسمٰعیل صاحب دروی اصفہانی سکندرآباد دکن

(۱۴) مولوی رضا علیصاحب وحشت کلکتہ

(۱۵) مولوی حافظ عبدالرحمن صاحب سیاح بلاد اسلامیہ امرتسر

(۱۶) پروفیسر "نقاد"

(۱۷) "فقیر"

(۱۸) "نقاش"

ہمارے شکریہ کی فہرست نامکمل رہے گی اگر ہم اس مین اپنے اون معزز معاصرین اور بزرگان قوم کے اسماے گرامی درج نہ کرین جنہون نے دکن ریویو کی نسبت اپنی بیش قیمت آرا کا اظہار فرما کر ہماری قدر بڑہائی ہے۔ اور چونکہ ہمارے ناظرین کے لئے اس امر کا دریافت کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ اون کا پرچہ ملک مین کس

نظر سے دیکھا جاتا ہے لہذا ہم آراے مذکور کا اقتباس بھی درج کئے دیتے ہین۔
مسلم پیٹریٹ۔ مدراس۔ ہم نہایت خوشی سے دکن ریویو کے اسلام نمبر کا
خیر مقدم کرتے ہین۔ یہ ماہواری رسالہ حیدر آباد سے شایع ہوتا ہے اور جب سے
کہ اس کی ابتدا ہوئی ہے ہم برابر اس کی رفتار کو نہایت دلچسپی سے دیکھتے
رہے ہین۔ مسٹر ظفر علیخان بی اے۔ نے جو اس رسالہ کے ایڈیٹر ہین اور خود
صاحب علم و فضل اور اول درجہ کے اہل قلم مین سے ہین اسے کامیابی کے
ساتھ چلایا ہے اور رسالہ کے ان اوصاف کو کہ موجودہ مذاق کے موافق نہایت مفید
اور نتیجہ خیز مضامین اس مین شایع ہوتے ہین برابر اس وقت تک قایم رکھا
ہے۔ ملک کے حق مین فی الحقیقت یہ ایک مبارک فال ہے کہ ہماری
قوم کے اکثر تعلیم یافتہ افراد اپنی قابلیت کو ان کامون مین صرف کرنے
لگے ہین جن سے نوجوان قوم پر ایسا مفید اثر مترتب ہونا متصور ہے جس سے
قوم کے مردہ قالب مین جان پڑ جاے گی۔ دکن ریویو کے سے رسالون
کے نکالنے مین جو محنت صرف کی جاتی ہے وہ کبھی رایگان نہین جاتی۔ ہمیشہ
اس سے عمدہ نتایج پیدا ہوئے ہین اور برابر اسی طرح عمدہ نتایج مترتب
ہوتے رہین گے۔ یہ ایک واقعہ مسلمہ ہے کہ ایک ملک کا لٹریچر بمنزلہ
ایک سانچہ کے ہوتا ہے جس مین اوس ملک کے باشندون کے اخلاق
و عادات ڈھلا کرتے ہین۔ ایڈیسن کا رسالہ "اسپکٹیٹر" اور بعض وہ رسایل جو
جانسن کی ایڈیٹری مین نکلتے تھے اون علمی مساعی کی نظیرین ہین جو اوس
زمانے کے انگریزون کی معاشرت کا ذریعہ نجات ثابت ہوئین۔ ہم اپنے
مذہبی اور معاشرتی لٹریچر کو قریب قریب کھو چکے ہین۔ اگرچہ قصر مذہب
ویران ہو چکا ہے اور ایوان معاشرت کھنڈر ہو کر رہ گیا ہے لیکن مقام

شکر ہے کہ انہین اجڑے کھنڈرون مین جن سے دنیاے اسلام کی کوئی جگھہ
خالی نہین کہین کہین نئی بنیادین بھی قایم ہو رہی ہین جو آنے والے محلون اور
باغون کی رونق وفضا کا پتہ دیتی ہین۔ اگر کسی قوم کو اپنی زبان اور علم ادب پر فخر
کرنا جائز ہے تو اردو زبان یقیناً ہمارے لئے سرمایۂ ناز وافتخار ہے جسکا شمار اپنی
موجودہ وسعت اور آیندہ نشو ونما کے لحاظ سے دنیا کی بڑی زبانون مین ہے۔ عربی
وفارسی گو آج سے صرف پچیس سال پہلے تک گویا یہان کی مقامی زبانین تھین
مگر افسوس کہ اب انکی یگانگت مبدل بہ بیگانگی ہو گئی ہے۔ اب تک یہ زبانین
ہماری تاریخی معلومات کا سرچشمہ۔ ہمارے ایوان معاشرت کا ستون اور ہمارے
بزم تمدن کی شمع تھین۔ ہمارے خیالات وتصورات انہین کے ذریعہ سے نشو ونما
پاتے تھے اور ہمارے افعال واعمال انہین کی رہنمائی سے قوت سے فعل مین
آتے تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اردو احیاء قوم کے عقدہ مشکل کو کس کس طرح پر
حل کرتی ہے اور اس کا یہی طرز عمل ہماری تاریخی شہرت کی معراج ہوگا۔ اس سے
ہمارے دلون مین نیا جوش پیدا ہوگا اور ہم کوشش کرینگے کہ جس نحوست
کی چادر مین اب ہم لپٹے ہوے ہین اوسے اتار پھینکین اور اوس بام سعادت
پر جلوہ افروز نظر آئین جس پر کسی زمانہ مین ہمارا مقام تھا۔

دکن ریویو کا یہ نمبر (سلک اول) متعدد دلچسپ اور فاضلانہ مضامین کا مجموعہ ہے
جن کی دل پسندی تاریخی پہلو رکھنے کے علاوہ ہمہ گیر ہے۔ اگرچہ اس مین شک
نہین کہ سب کے سب مضامین کم وبیش اسلامی رنگ مین رنگے ہوے ہین
اور بہت کچھ اون معاملات سے علاقہ رکھتے ہین جنکا تعلق تاریخ اسلام سے
ہے۔ ایک مضمون "العالم الاسلامی" مولوی عبد الحق صاحب بی اے۔ کے قلم
کا نکلا ہوا ہے جسے ایڈیٹر نے اپنی "التماس" مین موزون طور پر اسلام نمبر

نمبر سلک اول کی جان قرار دیا ہے۔ اس مضمون مین اون مختلف ممالک کے حالات نہایت خوبی سے بیان کئے گئے ہین جو اس وقت فرمانروایان اسلام کے زیر نگین ہین اور اون ممالک کے باشندون کی سیاسی تمدنی اور دماغی سرگذشت پر ریویو کیا گیا ہے۔ طرز تحریر دلاویز ہونے کے ساتھ شاندار اور پرزور ہے جس سے ناظرین کی دلچسپی ضرور ہے کہ بہت کچھ بڑھ جاتی "تاریخ اسلام کا ڈراما" "اسلام کا اثر تمدن پر" اور "زبان عرب اور دنیا پر اوس کا اثر" جو علی الترتیب مولوی معشوق حسین صاحب مرزا سلطان احمد صاحب اور مشہور مصنف اور ناولسٹ مولوی عبد الحلیم صاحب شرر۔ کے لکھے ہوے ہین نہایت عمدہ اور سبق آموز مضامین ہین۔ ان مین سے دوسرا مضمون اس قابل ہے کہ نہایت ہی توجہ سے پڑھا جائے کیونکہ اس مین اسلامی تمدن اور اس کے فروعات سے بحث کی گئی ہے۔ اس مین شرح و بسط کے ساتھ ہمارے آباو اجداد کے تمدنی کارنامے گنائے گئے ہین اور بتایا گیا ہے کہ اسلام نے دنیا کی معاشرت اور پولیٹکس پر کیا اثر ڈالا اور اس لحاظ سے یہ مضمون ہماری قوم کی موجودہ نسل کے لئے نہ صرف بیش قیمت معلومات کا ماخذ ہوگا بلکہ حوصلہ افزائی کی راہ سے اون کو اس بات کی ترغیب دلائے گا کہ اصلاح و ترقی کے مینار کی چوٹی کو اپنی معراج اصلی قرار دین۔ اس نمبر مین متعدد دلاویز نظمین بھی ہین جن مین سے ایک نظم مصنفہ سید اکبر حسین صاحب جس کا عنوان انقلاب دہر ہے اگرچہ حسرت آمیز و عبرت انگیز ہے لیکن ساتھ ہی نتیجہ خیز بھی ہے۔ اس مین شاعر نے نہایت موثر الفاظ مین دنیا کی بے ثباتی کی تصویر کھینچی ہے یعنی موجودہ تمدن کی کشاکش اور جد وجہد کو اوس انقلاب کا پیش خیمہ بتایا ہے جو مسلمانون کے قدیم تمدن کے آثار اور اون کی قومی خصوصیات کی خانہ بر انداز ثابت

ہونے والی ہے اور اوس اٹل مصیبت کا ذکر کرنے کے بعد یہ کہہ کر دل کو تسلی دے لی ہے کہ

تمہیں اس انقلاب دہر کا غم کیا ہے اے اکبر
وہ وقت آئی کا جب اوس وقت تم ہوگے نہ ہم ہونگے

آخر میں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ دکن ریویو کا اسلام نمبر ایک آسمان ہے جس میں ہر طرف چاند اور ستارے چمک رہے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھ کر بھی اطمینان ہوا کہ اس میں اب رینالڈس کی مسٹریز آف دی کورٹ آف لنڈن کا ترجمہ نہیں شایع ہوتا۔ ایسے اعلی درجہ کی مضامین میں یہ ترجمہ وضع الشئ فی غیر محلہ ہونے کے علاوہ ہماری حس اخلاقی کے لئے بہت بڑے صدمہ کا باعث ہوتا۔ [۵]

---

[۵] ہم اپنے معزز ہمعصر کی خدمت میں بہ ادب عرض کرین گے کہ آپ نے فسانہ لنڈن کے متعلق جو دکن ریویو کے ساتھ شایع ہوتا رہا ہے یہ راے قایم کرنے میں اون مولویون کی تقلید کی ہے جنہون نے سرسید علیہ الرحمہ کی تفسیر قران کو بے دیکھے بھالے اوس کی نسبت یہ حکم لگا دیا تھا کہ سید احمد خان نے اپنی تفسیر مین قران کا ایک پارہ توسرے سے اڑا ہی دیا ہے اور سورۂ الرحمن مین فبای الاء ربکما تکذبان ۵ کی تکرار کو ناجائز قرار دیا ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہین کہ دکن ریویو کے ساتھ "مسٹریز آف دی کورٹ آف لنڈن" کا ترجمہ کبھی شایع نہین ہوا۔ بلکہ "مسٹریز آف لنڈن" کا ترجمہ نکلتا رہا ہے جو رینالڈس کی ایک بالکل جداگانہ تصنیف ہے۔ یہان یہ موقع تو نہین کہ رینالڈس کی عام تصانیف کے خوشبودار یا بدبودار ہونے کے متعلق ہم کوئی ایسی راے ظاہر کرین جس کی تاب آپ کی حس اخلاقی نہ لا سکے۔ لیکن اگر مسٹریز آف لنڈن کے اوس ترجمے سے بھی جو دکن ریویو کے ساتھ شایع ہوا ہے آپ کی حس اخلاقی کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے تو ہم حافظ کے الفاظ مین بہ ادب آپ کو یہ جواب دینگے۔

منعم کنی ز عشق وے اے مفتی زمان
معذور دارمت کہ تو او را ندیدۂ

ایڈیٹر

ابزرور - لاہور:- حیدرآباد کے ماہواری رسالہ دکن ریویو کا اسلام نمبر بابت
ماہ اپریل مئی جون جولائی و اگست ۱۹۰۵ء ہمارے پاس پہونچا۔ اس رسالہ سے
ہمارے ناظرین پہلے ہی بخوبی واقف ہین۔ مسلمانان ہندوستان کی ایڈیٹری مین
جو ماہواری رسالے نکلتے ہین اون مین شاید یہی ایک ایسا رسالہ ہے جس مین اہم
مضامین پر متانت کے ساتھ بحث ہوتی ہے لیکن متانت مین بھی دلاویزی
کی شان برابر قایم رہتی ہے۔ موجودہ نمبر ان صفات سے نمایان طور پر متصف
ہے۔ سب سے اول جگہہ جو درحقیقت عزت کی جگہہ ہے ایک مفصل نتیجہ خیز
اور پر مغز مضمون کو دی گئی ہے جس مین صاحب مضمون مولوی عبدالحق صاحب
بی۔ اے۔ نے اسلامی دنیا پر ریویو کیا ہے۔ اس مضمون مین اسلامی ممالک کی
موجودہ حالت بتائی گئی ہے اور یہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اسے پڑھے۔ موجودہ
نمبر مین اس مضمون کا پہلا حصہ چھپا ہے۔ باقی حصہ ملک کے مشہور مضمون نگارون
کے دوسرے اردو مضامین کے ساتھ ستمبر مین شایع ہوگا۔ ایک اور مضمون
"تاریخ اسلام کا ڈراما" از مولوی محمد معشوق حسین خان صاحب نے لکھا ہے خصوصیت
کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ اس مین مسلمانان عالم کی گذشتہ تاریخ پر ایک اجمالی
نظر ڈالی گئی ہے اور اگرچہ یہ اس قدر مشرح و مطول تو نہین جیسا پہلا مضمون ہے
لیکن اہمیت مین اوس سے کم نہین۔ باقی تمام مضامین اون لوگون کے قلم سے
نکلے ہوے ہین جو فن انشا پردازی اور تاریخ اسلام مین مہارت رکھنے کی وجہ
سے ملک مین مشہور ہین۔ نمونہ کے طور پر حسب ذیل مضامین کا ذکر کیا جاسکتا ہے:-
"اتحاد بین المسلمین" نوشتہ مولوی ظفر علیخان صاحب بی۔ اے۔ ایڈیٹر رسالہ۔
"زبان عرب اور دنیا پر اوس کا اثر" رقمزدہ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر۔ "اسلام اور
یورپ کا فرق تمدن" از مرزا سلطان احمد صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر۔ اول تو ان

مضامین کے عنوان اور پھر ان کے لکھنے والون کے نام اس امر کی ضمانت ہین کہ یہ مضامین دلچسپ اور اون معلومات کا ماخذ ہون گے جو اسلامی دنیا مین قدر و منزلت کی نظر سے دیکھی جاتی ہین اور حقیقت یہ ہے کہ مضمون نگارون نے ان مضامین مین انشاپردازی کا حق ادا کیا ہے۔ بہت بڑی فروگذاشت ہوگی اگر ہم اردو نظم کے اون موتیون کا ذکر نہ کرین جو اسلام نمبر کی اس سلک مین پروئے گئے ہین۔ سب مین زیادہ قابل تعریف نظمین مولانا حالی کی جدید رباعیات اور نقاش کی ایک تعریض آمیز نظم "میرے عقاید" ہین۔ لیکن دکن ریویو کے محاسن کا صحیح اندازہ اوس وقت تک نہین ہوسکتا جب تک کہ اسے پڑھا نجائے اور ہم اپنے ناظرین کو یقین دلاتے ہین کہ اس کے مطالعہ پر جو وقت وہ صرف کرینگے وہ رایگان نہ جائے گا۔ جن صاحبون کو اس نمبر کے مطالعہ کا شوق ہو وہ اڈیٹر سے منگوا سکتے ہین۔ قیمت بہ اختلاف کاغذ علی الترتیب عہ و عہ/ و ۱۲/

انسٹیٹیوٹ گزٹ علیگڑہ پانچ مہینے کے انتظار کے بعد "دکن ریویو" کا ایک ضخیم نمبر شایع ہوا ہے۔ اس کے اڈیٹر ہمارے کالج کے لایق تعلیم یافتہ ظفر علیخان بی۔ اے۔ ہین جو انشاپردازی اور مضمون نگاری کی دنیا مین بہت شہرت حاصل کر چکے ہین۔ یہ نمبر خصوصیت کے ساتھ نہایت قابل تعریف ہے۔ سب سے پہلا مضمون "العالم الاسلامی" کے عنوان سے ہے۔ جو ہمارے دوست مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے۔ کے جادو نگار قلم سے نکلا ہے۔ یہ (۱۵۲) صفحہ پر پھیلا ہے اور اس مین مختلف ممالک اسلامیہ کے حالات نہایت شرح و بسط سے لکھے گئے ہین۔ اس مضمون کے لکھنے مین نہایت کاوش اور تدقیق سے کام لیا گیا ہے۔ دوسرا مضمون "اتحاد بین المسلمین" ہے، جو خود اڈیٹر نے حیدرآباد کے ایک علمی

جلسے مین پڑھا تھا۔ تیسرے مضمون کا عنوان "زبان عرب اور دنیا پر اسکا اثر" ہے۔ یہ ہمارے ملک کے مشہور ناولسٹ مولوی عبد الحلیم صاحب شرر کی سحر طرازی کا نمونہ ہے۔ چوتھا مضمون "تاریخ اسلام کا ڈراما" ہے۔ جو بہت دلچسپ ہے اور قابلیت سے لکھا گیا ہے۔ یہ ہمارے کالج کے تعلیم یافتہ نوجوان مسٹر محمد معشوق حسین بی۔ اے۔ کی جدت پسند طبعیت کا نتیجہ ہے۔ دیگر مضامین کے علاوہ اس مین کچھ نظمین بھی ہین، جن مین سے روشن خیال اڈیٹر کی دو نظمین "توحید و رسالت" اور "اسلام مین فنون لطیفہ کی ایک جھلک" اور نقاش کی نظم "میرے عقاید" نہایت عمدہ ہے۔ اڈیٹر "دکن ریویو" لکھتے ہین کہ مضمون "العالم الاسلامی" کا ایک حصہ ابھی اور باقی ہے اور دیگر مضامین موعودہ کا بھی انتظار ہے اس لئے ستمبر مین "اسلام نمبر" کا دوسرا حصہ شایع کیا جاے گا۔ اس حصہ کے ساتھ دولت عثمانیہ ایران اور افغانستان کے تاجدارون کی تصویرین بھی دی گئی ہین، جو نہایت دلفریب ہین۔ ہم کو امید ہے کہ اسلام نمبر بہت دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ اس کی قیمت کاغذ قسم اول پر ڈھائی روپیہ، قسم دوم پر ایک روپیہ اور قسم سوم پر بارہ آنے ہے۔

وطن۔ لاہور۔ اس ہفتے ہمین دکن کے اس مشہور ماہوار ریویو کے "اسلامی نمبر" کا سلک اول وصول ہوا ہے جو بڑے اہتمام سے سو صفحون کی ضخامت پر نہایت خوش خط اور نفیس اور خوشنما طبع ہوا ہے۔ حسن صوری کے ساتھ حسن معنوی بھی قابل داد و صاد ہے۔ ہندوستان کے بہت سے نامور ناظم و ناثر اصحاب نے اپنے بیش بہا مضامین سے اس سلک کو نہایت گرانقدر بنا دیا ہے۔ بالخصوص العالم الاسلامی کا بسیط مضمون جسمین دنیاے اسلام کی گذشتہ و موجودہ حالت پر ریویو کرنے کی کوشش کی گئی ہے جذب

مقناطیسی سے توجہ کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ سلطان المعظم۔ کجکلاہ ایران اور ہز مجسٹی
امیر افغانستان کی تین خوبصورت تصویرین بھی دیگئی ہین۔ ان وسیع مضمون کا بقیہ
حصّہ دیگر مضامین کے ساتھ سلک دویم مین درج ہوگا۔ العالم الاسلامی کے
سو سلک اول کے نظم و نثر کے اور مضامین بھی دلچسپ اور قومی رنگ مین
ڈوبے ہوے ہین۔ سلک اول کی قیمت باختلاف کاغذ عا؍ عم اور ۱۲؍ اور دکن
ریویو کی سالانہ قیمت علے الترتیب ۵؍ ۔ ۶؍ اور ۸؍ ہے۔

مشیر دکن حیدرآباد۔ دکن ریویو جو حیدرآباد سے ہمارے لائق دوست
مولوی ظفر علیخانصاحب بی۔ اے۔ کی اڈیٹری مین نکلتا ہے اُسکا شمار اسکے
مضامین کی نوعیت۔ ترتیب اور لکھائی چھپائی کے لحاظ سے ہندوستان کے
چوٹی کے رسالون مین ہوتا ہے۔ گزشتہ پانچ مہینے سے دکن ریویو کے قدردانون
کی نظرین اس کے دیکھنے کے لئے ترس رہی تہین اور ہر مہینے کے اختتام پر
نہایت بے تابی اور بے صبری کے ساتھ اسکا انتظار کیا جاتا تہا لیکن جو سچ کہتے
ہین کہ "دیر آید درست آید" پانچ مہینے کامل انتظار دکہانے کے بعد وہ اس آب و
تاب کے ساتھ شایع ہوا کہ اسکا ٹائیٹل پیج دیکھنے کے ساتھ ہی انتظار کی
تمام کلفتین دور ہوگئین۔ اس کے سرلوح کے خوشنما چاند نے جسکے اندر عربی
خط مین نہایت خوشخط "اسلام نمبر" لکہا ہوا ہے اس کے شایقین اور منتظرین کے
دلون مین خوشی و مسرت کی وہی کیفیت پیدا کی جیسی مومنین کے دل مین عید کا
چاند دیکھنے سے پیدا ہوا کرتی ہے۔ یون تو اس نمبر کے تمام مضامین ہی ایک
سے ایک بڑھکر ہین اور ان کے ایک ایک حرف مین جذب مقناطیسی بھرا ہوا ہے
لیکن حق بات یہ ہے کہ جن مضامین کے لحاظ سے اس پر "اسلام نمبر" کا لقب
صحیح طور پر صادق آسکتا ہے وہ اڈیٹر کی نظم توحید و رسالت۔ مولوی عبدالحق صاحب

بی۔ اے کا مضمون "العالم الاسلامی"۔ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر کا مضمون "زبان عرب اور دنیا پر اسکا اثر" اور مولوی معشوق حسین خان صاحب کا مضمون بعنوان "تاریخ اسلام کا ڈراما" اور پھر سحر بیان اڈیٹر کی نظم بعنوان "اسلام مین فنون لطیفہ کی ایک جھلک" ہین۔ مذکورہ بالا تمام مضامین کی خوبی تسلیم کرنے اور جن کے قلم سے یہ مضامین لکھے گئے ہین اون کے زور قلم کی داد دینے کے بعد ہم وکن ریویو کے نقاد اور مبصر اڈیٹر کی راے سے اتفاق کرتے ہین کہ "مولوی عبدالحق صاحب کا بے نظیر مضمون العالم الاسلامی اسلام نمبر کی جان ہے" یہ مضمون رسالہ کے ۵۲ صفحون کو مزین کرنے کے بعد بھی ناتمام رہ گیا ہے اور اسلام نمبر کے سلک دوم مین اسکے پورا ہونے کی امید دلائی گئی ہے۔

ان ۵۲ صفحون پر ہمارے جادو نگار دوست مولوی عبدالحق صاحب نے ترکی۔ مصر۔ ایران۔ افغانستان۔ عرب۔ ترکی مقبوضات عرب۔ مراکش۔ الجزائر۔ تونس۔ طرابلس مصری سوڈان۔ سمالی لینڈ۔ ہوسا۔ واڈی۔ بورنو۔ بیغرمی۔ سقوطو ہوموا اور گند جیسے دور دراز ممالک اسلامیہ کے حالات نہایت تحقیق و تدقیق سے فراہم کر کے ناظرین کے سامنے آئینہ کر دئے ہین اس مضمون کی تیاری اور ترتیب مین لائق مضمون نگار کو جو جانکاہی اور دوسری پیش آئی ہوگی اس کا اندازہ صرف وہی لوگ اچھی طرح کر سکتے ہین جن کو تالیف و تصنیف کی کٹھن اور مشکل شہرلون مین قدم مارنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ اس مضمون مین اسلام کے تین واجب التعظیم والتکریم تاجدارون یعنی اعلیحضرت سلطان المعظم اعلیحضرت شاہ کجکلاہ اور اعلیحضرت شاہ افغانستان کے فوٹو بھی ناظرین کی ضیافت طبع کو لئے شریک کئے گئے ہین۔ بہرحال ہم تہ دل سے اپنے معزز دوست مولوی ظفر علیخان صاحب بی۔ اے۔ کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہین جو ان کو اسلام

نمبر کی تیاری اور ترتیب مین حاصل ہوئی ہے اس نمبر کے کچھ زاید نسخے بھی چھپوائے گئے ہین جن کی قیمت حسب ذیل ہے ۔ قسم اول عہ سکہ انگریزی قسم دوم ۸/ قسم سوم ۱۲/

نواب محسن الملک بہادر بمبئی ۔ دکن ریویو کے اسلام نمبر سلک اول کے مضامین درحقیقت نہایت عمدہ ہین اور دکن ریویو تمہاری لیاقت اور کوشش سے بہت ترقی کر رہا ہے خدا تمہاری کوششون مین برکت دے مین تمہارے دکن ریویو کے لئے مضمون لکھ سکتا ہون بشرطیکہ تم دعا کرو اور میرا دل و دماغ درست ہوجائے۔ [ملہ]

خان بہادر میر اکبر حسین صاحب۔ الہ آباد۔ آپ کی اور آپکے دکن ریویو کی ملک مین دہوم ہے۔

مولوی عبد الحلیم صاحب شرر لکھنؤ ۔ اسلام نمبر پہونچا ماشاء اللہ بہت خوب نکلا ہے۔

منشی سراج الدین احمد صاحب لدھیانہ ۔ دکن ریویو کا اسلام نمبر سلک اول ملا ہے۔ پڑھ کر جی بہت خوش ہوا۔ خدا آپ کی کوششون مین برکت دے۔

حکیم محمد ولی صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل گلبرگہ ۔ مین اس کے ایک ایک مضمون اور ہر مضمون کی ایک ایک سطر پر جیسا خوش ہوا ہون اوس کا اندازہ مشکل ہے یہ جی چاہتا ہے کہ لکھنے والے کے ہاتھ چوم لیجئے اور اس کی قیمت نہین بلکہ

ملہ آپ مضمون لکھیے نہ لکھیے۔ مین ہر وقت دست بدعا ہون کہ خدا وند جل وعلی آپ کو صحت کامل بخشے اور قوم کو آپ کی بیش بہا خدمات سے فائدہ اٹھانے کا موقع صد وسی سال تک عطا فرمائے اور مجھے یقین ہے کہ دکن ریویو کے ناظرین اس دعا مین میرے ہم صفیر ہین ۔ ایڈیٹر

رونمائی مین جو کچھ نذر کیا جاے وہ کم ہے۔ یہ رسالہ اس قابل ہے کہ دنیا کے ہر ایک مسلمان اور کم سے کم ہندوستان کے چھ کروڑ نفوس تو ضرور اس کا مطالعہ کرین۔

مولوی سید فخر اللہ صاحب انسپکٹر چنگی پٹن اورنگ آباد

مین نے بڑے شوق سے بار بار آپ کا لکچر جو اخوت اسلامی پر ہے اور اسلام نمبر دکن ریویو مین شایع ہوا ہے بہت متاثر ہو کر پڑھا ہے جس کا نہایت پرزور بیان اور بڑی انتہا دلکش اور پر اثر لہجہ ہے۔ آپ تو اپنی تحریر و تقریر اور عمل سے اسلامیان قرون اولی کا نمونہ ہین۔ خدا اس اسپرٹ مین ترقی دے (من آنم کہ من دانم۔ ایڈیٹر)

ڈاکٹر سعید الدین خان صاحب میڈیکل آفیسر واڑی

آپ کی دکن ریویو کو مین بڑی دلچسپی سے دیکھتا ہون۔ اس مین شک نہین کہ ہماری بیمار قوم کے لئیے ایک نایاب نسخہ ہے اس کے ہر روزنامہ نگارون کے قیمتی مضمون اور سعی قابل قدر و شکریہ ہین۔ آپ کی ہمدردی و اولوالعزمی کے ہم ممنون ہین خدا آپ کو یونہین قومی خدمت کا فخر اور اوس مین برکت دے اور آپ کی اور آپ کے رسالہ کی عمر مین ترقی عطا کرے۔

پنڈت نروتم داس صاحب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس ہنگولی

"واقعی بھائی خوب لکھتے ہو۔ بڑی زور کی اردو اور بہت بامحاورہ ہوتی ہے۔ طبیعت باغ باغ ہو جاتی ہے۔

سید شاہ عزیز حسین صاحب مسرت خسرو پور (پٹنہ)

اپنی عنایت سے دکن ریویو کو نظم مین اس طرح مخاطب فرماتے ہین۔

ہند کو بھی مایۂ نازش ہے تو ۔۔۔ فخر کرتا ہے اگر تجھ پر دکن

کرتے ہین اہل بصیرت تیری قدر | تو ہے شمع محفل اہل سخن
تیرا اک اک لفظ رمز عقل و فہم | تیری اک اک سطر گنجز علم و فن
تیری آمد آمدِ فصل بہار | جس سے رونق پر ہے معنی کا چمن
تونے ڈالی قالب انشا مین جان | تیرا جلوہ دافع رنج و محن

مولوی اصغر حسین صاحب جونپوری۔ عالیجناب دام فضلکم۔

تسلیم۔ اگرچہ مین ایک پُرانی وضع کا ملا آدمی ہون۔ لیکن آپ جیسے خیرخواہان قوم کا خیر طلب اور شکر گزار ہون اور دعا کرتا ہون کہ ایسے مفید قوم لوگون کو حق تعالے صدوسی سال مع ترقی اقبال سلامت رکھے۔ تصویر سے آپ کی زیارت کی ہے مگر تقریر نہین سنی۔ البتہ آپ کی تحریر کا دلدادہ ہون۔ جس قابلیت سے آپ لکھتے ہین وہ جناب ہی کا حصہ ہے۔ زیادہ خوبی کی یہہ بات ہے اور اسی پر آفرین کہنے کو دل چاہتا ہے کہ اسلامی جوش دل مین ہونے کے ساتھ اسلامی معلومات سے بھی آپکا سینہ منور ہے ورنہ آج کل کے قابل اور جدید تعلیم یافتہ روشن خیال لوگ اکثر اپنے مذہب کی معلومات سے عاری ہوتے ہین۔ ریویو دکن مین اس مرتبہ آپ کے تین مضمون ہین تینون آپ کے جامع کمالات ہونے کے ساتھ جامع کمالین ہونے کی شہادت دے رہے ہین اور ناظرین سے کہتے ہین کہ ہمارے راقم کے نام سے پہلے مسٹر کے بعد مولانا نہ لکھنا بے ادبی ہے۔ "اتحاد بین المسلمین" کے مضمون کو اگر لکچر واسپیچ کہنا صحیح ہے تو ایک پرجوش واعظ کا وعظ کہنا بھی بے جا نہین "توحید ور سالت" کے بے تکلف و بے تصنع اشعار مین ایسے دقیق مسائل کیطرف اشارات فرماے ہین کہ معمولی لوگ لطف بھی نہین اٹھا سکتے "فنون لطیفہ کی جھلک" مین جس خوبی سے اسلام کی ایک حالت دکھلائی ہے اُسپر بے ساختہ زبان سے واہ واہ اور بارک اللہ

سے کہنے کو دل چاہتا ہے۔ فسلمک اللہ و ابقاک و متعنا بطول بقائک
پانچ ماہ کا دکن ریویو ایک دفعہ نکلا اور انتظار کا لطف بھی خوب حاصل ہوا۔ مگر
سبحان اللہ کس خوبی سے نکلا کہ ساری کلفت انتظار جاتی رہی۔ رسالہ کیا ہے
علمی مضامین کا گلدستہ ہے جس کے ایک مضمون کی بھی قیمت کوئی ادا نہین
کرسکتا۔ احقر ایک ادنے درجہ کے رسالے کا خریدار رہے اور اس حساب سے
دس آنہ مین یہ گرانمایہ خزینۂ علم وادب مجھکو مل گیا ہے اب خیال فرمائے کہ
دس آنہ کی اس کے سامنے کیا حقیقت ہے واقعی ملک و قوم خصوصاً غریب
مسلمانون پر آپ کا بڑا احسان ہے کہ ایسے قیمتی مضامین گویا مفت اُن کو عطا
فرماتے ہین۔ حقیقت مین یہ سلک گُہر بے مثل ہے اور مخزن کی تاریخ مین یاد
رہنے کی قابل ہے۔

سب سے پہلے توحید و رسالت کے اشعار مین ذی علم اڈیٹر نے احادیث
سہو عالم کے مضامین اور فلسفہ و عقائد و کلام کے دقیق مسائل کیطرف ایسے
اشارے کئے ہین کہ سمجھنے والا لوٹ جاتا ہے چنانچہ فرماتے ہین: پسند آئی ہے
لکنت یہان بسا اوقات ؛ اگرچہ شعر کا مضمون نہایت عام معنی کو شامل ہے جو موسی
علیہ السلام اور گلہ بان[1] کے قصے اور دیگر واقعات پر صادق آسکتا ہے لیکن خاص
حدیث نبوی علیہ الصلوة والسلام وَالَّذِي يَتَتَعْتَعُ لَهُ اَجْرَانِ[2] کے مضمون کو بھی
پوری طرح ادا کرتا ہے۔

کچھ آگے چل کر کہتے ہین۔ ؎ یہ منتہائے نظر نام ہے فلک جس کا
اگرچہ عام اہل اسلام کے عقیدہ یا قول کے خلاف ہے اور ظاہر قرآن مجید

---

[1] گلہ بان چرواہا۔ [2] یعنی جو شخص قرآن مجید پڑھتے ہوے لکنت کرتا ہے اور رُک
رُک کر پڑھتا ہے اسکو دوچند ثواب حاصل ہوتا ہے ۔۱۲

سکے بھی مخالف لیکن جدید تحقیق اور سید احمد خانی مسلک کی طرف اچھا اشارہ کیا بلکہ تصریح ہے۔ اس کے بعد عقل انسانی کے ضعف اور احاطۂ کنہ باری تعالے سے قاصر ہونیکو کیسی عمدگی سے ادا کیا ہے جہان کہا ہے کہ "وجود علت اولی سے تو جب ہو کہ ہو یہ عقل (جو معلول ہے) محیط عقل" + اس سے اگلے شعرین فلاسفہ کے مذہب کی موافقت کر کے صفات باری تعالی کے انکار کے دعوے اور دلیل کو بہت خوبی سے جمع کر دیا ہے یہ مذہب حق ہو یا نہ ہو مگر دیکھنا یہ ہے کہ طرز ادا اور اشارہ کیا اچھا ہے۔ ایک شعر مین وجود اشیاء کی بحث اور مذہب سوفسطائیہ کیطرف اشارہ کیا ہے۔ غرض اس نظم کے چار صفحے بہت سے مباحث علمی کا دفتر اپنے ساتھ لئے ہوے ہین۔

دوسرا مضمون جو بقول اڈیٹر صاحب رسالہ کی جان ہے نہایت بیش بہا اسلامی تاریخ اور قابل قدر معلومات کا ذخیرہ ہے جو ہمارے مکرم مولوی عبد الحق صاحب کی اعلی قابلیت اور وسعتِ نظر کی شہادت دے رہا ہے۔ کس عمدگی سے عالم اسلامی پر نظر ڈالی اور کیسے اچھے پیرایہ مین ادا کیا ہے اس کی تعریف سے زبان قاصر ہے۔ مخزن جولائی مین جو مضمون جغرافیہ عرب پہ شایع ہوا ہے وہ اس کے سامنے ہیچ ہے۔

تیسرے نمبر پر سید اکبر حسین صاحب مولانا جامیؒ سے آواز ملا کر ترانۂ قومی سنا رہے ہین اور جوش قلبی کو بڑھا کر مست و محو بنا رہے ہین آپ اور آپکا مضمون مستغنی عن الوصف ہین۔

چوتھا مضمون ایڈیٹر صاحب کا پر جوش وعظ اور دلچسپ لکچر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ایڈیٹر صاحب پر دینی اثر کسقدر غالب ہے اسلام کی محبت۔ مسلمانون کی خیر خواہی دل مین کسقدر موج زن ہے۔ افسوس کہ اس

اعلی نصیحت بھی با اثر و غظ پر آج تک عمل نہوا اور نہ ہونے کی امید ہے۔

"آثار ترقی اہل اسلام" کا پر جوش مضمون بھی فارسی کی اعلی انشا پردازی کو لئے ہوئے زجر و توبیخ کا تازیانہ ہے اور ایک شعر حذف کر دینے کے بعد بھی شاعر اصفہانی کا مدعا مخفی نہین رہا۔

مولوی عبد الحلیم صاحب کی سچی شہرت تو اس درجہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ اگر غیر شخص کے مضمون پر بھی آپ کا نام نامی لگا دیا جاے تو ناظرین کو بے سوچے سمجھے لطف آنے لگے گا۔ لیکن یہ مضمون تو مولانا نے خاص توجہ سے لکھکر ناظرین پر کرم فرمایا ہے اور اسلامی زبان (عربی) کی عمدہ تاریخ اور اُس کے اثر کو اپنی اعلی معلومات اور وسعت نظر کا شاہد بنا دیا ہے اور پھر دلچسپی مین بھی کسی ناول سے کم نہین۔

ساتوین مضمون مین اسلام کے فنون لطیفہ کی جھلک نظر آ رہی ہے اور قابل ایڈیٹر نے وہ سما باندھا ہے کہ اصلی حالت آنکھون مین پھر جاتی ہے اور موجود حالت سے اوس کو مقابلہ کرکے رونا آتا ہے۔

اس کے بعد تاریخ اسلام کا ڈراما آٹھوین نمبر پر نظر آتا ہے جس سے ہمارے فخر قوم ایڈیٹر کی قابلیت ترتیب مضامین صاف صاف نظر آ رہی ہے۔ واقعی ایسا ہی چاہئے تہا گویا پہلا مضمون اجمال ہے تو یہ اوس کی تفصیل ہے۔ وہ متن ہے تو یہ بمنزلہ تشریح۔ اس مختصر اور جامع مضمون مین جس عمدگی سے دریا کو زہ مین بند کیا ہے وہ ناظرین سے مخفی نہ ہوگا۔ اس مین مناسب سین دکھلانے کے ساتھ مولوی محمد معشوق حسین خان صاحب نے تشبیہات و استعارات کے با موقعہ استعمال سے اردو انشا پردازی مین اپنی اعلی قابلیت بھی ظاہر فرما دی ہے۔

اور یہ مضمون بھی العالم الاسلامی کی طرح قابل شکریہ اور ناظرین کے لئے

موجب ممنونیت ہے۔

"میرے عقاید" اور "انقلاب دہر" کی نظمون مین تو حضرت نقاش اور سید صاحب نے مل جُل کر موجودہ حالت کا عجیب خاکہ اُتارا ہے اور بہت ہی سچی پیشین گوئی کی ہے کہ وہ نئی صورت کی خوشیان اور نئے اسباب غم ہون گے کیا اچھا ہوتا کہ اگر جناب نقاش کا کوئی طویل نقشِ نثر بھی زیب اوراق ہوتا کہ ناظرین نقش حیرت بنجاتے امید ہے کہ سلک دویم آپ کے گوہر آبدار سے خالی نہ ہوگی۔ (آپ کے ارشاد کی تعمیل "نقاش" ظرف سی اس دفعہ ہوگئی۔ ایڈیٹر)

گیارہوان مضمون جناب سلطان احمد صاحب کا علمی مضمون ہے جو غور و فکر سے پڑھنے کے قابل اور انگریزی ترجمہ کرکے یورپ مین شایع کرنے کے لائق ہے۔ کیا خوب ہو اگر یورپ کی تہذیب کے دلدادہ اسے بار بار پڑہین اور غور کرین۔

جذبات حالی چونکہ ایک فخر قوم شاعر کی طرف منسوب ہین اسلئے تعریف سے مستغنی ہین۔ ہمین انکو پڑھکر جذبہ آئے یا نہ آئے حسن عقیدت سے دیکھتے اور غور کرتے ہین۔

ترتیب مضامین کی اوسی قابلیت نے نوید مسیحا اور رحمۃ للعالمین کے مضمون کو اخیر مین رکھوایا۔ نوید مسیحا مین جس نئے اور عمدہ طرز پر نوید مسیحا کی گئی ہے اور اوس کے مصداق کو بتلایا گیا ہے وہ جناب حمید الدین کو محمود ناظرین بنا کر چھوڑیگی رحمۃ للعالمین جو فی الحقیقت خاتم المضامین ہے ہمارے شاہ صاحب کی صدا ہے جو اصلاح کی ہنسی اوڑاتے ہین اور ابو الوفا پر تبسم کرتے ہین مگر نحوی قاعدہ سے مولانا ابو الوفا۔ سے وفا کرنے پر مجبور ہین اور رحمت عالمیان ہونے پر زور دیتے مگر اس بات مین مولوی ابو الوفا بھی حضرت فقیر سے خلاف نہین۔ افسوس ہے

کہ آپ کا کوئی طویل مضمون (جو حد سے زیادہ دلچسپ ہوتا ہے) سلک اول کو
شامل سکا اور سلک دوم کے لیئے امانت رہا۔ اس کے بعد بھی اگرچہ نقاد صاحب
کا سراپا قابلیت ریویو کرم اروسی پرزیب اوراق ہے لیکن چونکہ ترتیب
مضامین اور عجیب مناسبت کیوجہ سے ہم رحمۃ للعالمین کے عنوان کو خاتم
المضامین کہہ چکے ہین لہذا کوئی پندرھوان نمبر مضامین مین نہین بڑہانا چاہیئے۔
اسقدر اعلی اور مفید مضامین کے بعد بھی اگر کوئی شخص سلک اول کی قدر
نہ کرے تو اوسے علم سے بے بہرہ نکہین تو اور کیا۔

مولوی فصیح الدین صاحب ڈپٹی کمشنر محبوب نگر

(حیدرآباد دکن) "اسلام نمبر" پہونچا۔ مجھے یہ دیکھکر نہایت خوشی ہوئی کہ مسلمانون
کا بھی ایک علمی رسالہ اس آب و تاب سے شایع ہوتا ہے۔ خدا اون لوگون
کی کوششون مین برکت دے جنہون نے ایسے اہم کام کا بیڑا اوٹھایا
ہے۔ اس کامیابی پر مین آپ کو مبارکباد دیتا ہون اور دکن ریویو کے طول
بقا کی دعا مانگتا ہوا امید کرتا ہون کہ اردو دان دنیا کے اطراف و جوانب سے
اسکی امداد دل کھول کر کی جاسے گی۔

دکن ریویو کے ناظرین اور معاونین مین چونکہ ایک بڑی تعداد برادران
ہنود کی بھی ہے لہذا ہمارا خیال تھا کہ جس طرح ہم نے "اسلام نمبر" نکالا ہے
اسی طرح ایک "ہندو نمبر" بھی نکالین گے۔ جب اسلام نمبر کی سلک اول شایع
ہوئے تو بعض ہندو احباب نے ہمین لکھا کہ دکن ریویو کی شان اس سے
بہت اونچی ہے کہ اوس کے ذریعہ سے ہندوستان مین جہان ہندو و مسلمانون
کے اتحاد کا مسئلہ ملکی نجات کی کلید سمجھا جا رہا ہے مذہبی یا سداری کے خیالات
پھیلا کر تنگ حوصلگی کا ثبوت دیا جاسے اور بعض احباب نے ہم سے مل کر بھی

بھی خیال ظاہر کیا۔ اگرچہ یہ خیال اس لحاظ سے کہ اسلام نمبر مین کوئی امر ایسا
نہ تھا جس سے برادران ہنود کی دلشکنی یا اون پر تعریض متصور ہو بجا ہے خود نہین
لیکن جب یہ خیال ایک دفعہ ظاہر ہو چکا ہے تو بجز اس کے چارہ نہین کہ
کہ جو منصوبہ ہم نے ہندو نمبر کی اشاعت کے متعلق اپنے ذہن مین قایم کیا تھا او سکو
جلد قوت سے فعل مین لانے کی تدبیر کی جائے۔ چنانچہ "ہندو نمبر" کے لئے
تیاری شروع کر دی گئی ہے اور جب کافی مواد ہمارے پاس موجود ہو جائیگا
تو یہ نمبر نکالا جائے گا۔

نومبر ۱۹۰۷ء کا پرچہ غالباً یکم نومبر تک تیار ہو جائے گا۔ اگر ہمارے وہ ناظرین
جنکا سالانہ چندہ اکتوبر ۱۹۰۷ء تک وصول ہو چکا ہے نئے سال کا چندہ منی آرڈر
کے ذریعے سے ہمین ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء تک مرحمت فرمائین تو ہم قیمت طلب
پارسل بھیجنے کی زحمت سے اور ناظرین دیر مین پرچہ وصول ہونے کی وقت سے
بچ جائین۔ پس ہمین امید ہے کہ ناظرین ہمارے حال پر یہ ضروری عنایت
مبذول فرماکر ہمین رہین منت کرین گے۔

پرچہ ۳۰ ستمبر سے تیار رکھا تھا۔ فقط بمبئی سے تصویر کے آنے کا انتظار تھا۔
ہم نے کارخانہ کو دو تار دیے اور کوئی سات خط لکھے۔ خدا خدا کر کے اب
تصویر آئی ہے اور پرچہ بعد تکمیل ناظرین کی خدمت مین روانہ کیا جاتا ہے۔
اگرچہ اس لحاظ سے کہ اکتوبر کا پرچہ ناظرین کی خدمت مین پیشگی پہونچتا ہے ہم
ہم پر الزام تاخیر عاید نہین ہوتا لیکن چونکہ ہم پہلے نمبر مین وعدہ کر چکے تھے کہ
اسلام نمبر سلک ووم ستمبر کے آخری ہفتہ مین شایع کی جائے گی لہذا ان

چند دنون کی تاخیر کا تلا ان سلک دوم کے معمولی حجم مین دو جزو کے اضافہ کی شکل مین پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن جہان ہم کو اپنے قدردان سخن فہم اور سخن سنج ناظرین کی اس قدر خاطر منظور ہے کہ باللحاظ مصارف اپنے جیب پر بار ڈالکر اون کی ضیافت طبع کے لئے دو دو جزو پرچہ مین بڑھا دینے کو تیار ہین وہان یقین ہے کہ ہماری ناظرین بھی ہماری حوصلہ افزائی مین اوس ایثار فراوان سے کام لین گے جس کی ہمین اون کی ذات سے امید ہے اور دکن ریویو کو اپنے حلقہ احباب مین ہر دلعزیز بنانے اور اس کی اشاعت کو توسیع دینے سے ہم پر احسان کرینگے

ایڈیٹر

دکن ریویو

معرفت نفس

کفر کافر را و دین دیندار را ذرۂ دردے دلِ عطار را

مندرجۂ بالا شعر جس مصنف کا ہے اسکی اعلے ترین معرفتِ الوہیت کا یہ ایک درخشان نمونہ ہے اور اُن دلی جذبات کا صاف و شفاف آئینہ ہے جنھون نے مصنف کو یہ شعر کہنے پر آمادہ کیا۔ اس شعر کے کہنے مین کچھ شاعرانہ غور و فکر کو دخل نہ تھا بلکہ غایت جوش و خروش و ذوق و شوق کی کیفیت مین بے اختیار دل سے زبان پر آگیا ہے۔

اللہ اللہ کیا جوش ہے جو اس شعر کے الفاظ کی تہ مین اپنا اثر قلوب پر ڈالکر بیچین کر رہا ہے۔ اِسکو دریا کی موج سے تعبیر کرنا زیبا ہے جو لہرین لیتی ہوئی خس و خاشاک کو علیحدہ کرتی کوہ و دشت و باغ و راغ سے ٹکراتی اپنی منزلِ مقصود کا راستہ لیتی ہے۔ اس موجِ طوفان خیز کا کوئی روکنے والا نہین۔ نہ کسی حاکم کا خوف

اوسکے سدِ راہ ہو سکتا ہے نہ کوئی شک وشبہہ اوسکو دبا سکتا ہے۔ نہ کسی دولت وحکومت کا لالچ اسکے جزرومد کے تہامنے کا باعث ہو سکتا ہے۔ نہ کسی واعظ کا وعظ اس لگی کر بجھانے کی قوت پیدا کر سکتا ہے درحقیقت اس موج کی اصلی قوت ایک ایسی لازوال اور پائدار قوت ہے جو کسیکے خیال مین نہین آسکتی اور ظاہر ہے کہ سمندر کف سیلاب مین کیونکر آسکتا ہے۔ سچ پوچھیے تو یہی جوشِ جوشِ الوہیت ہے جو عشق سے منسوب ہے۔

جسقدر غور وفکر سے کام لیکر اس شعر کا مطالعہ کیجئے اُسیقدر اِسکی خوبیون اور نفیس معانی اور نازک مطالب پر روشنی پڑتی جاتی ہے۔ یہ شعر فی الواقع عشق حقیقی کا سچا اور اصلی فوٹو ہے جسمین کسی قسم کا نقص نہین اور جو ہر طرح کے عیوب سے پاک ومبرا ہے۔ جب تک عشق حقیقی کی معراج حاصل نہو انسان کا طائرِ خیال اسقدر بلند پروازی نہین کر سکتا جو عاشق صادق ہوگا یہ شعر اُسکا اصلی ترجمان دل اور سچا حال ہے نہ کہ قال۔

عشق حقیقی کے پاک صاف رستے پر جو لوگ گام فرسا مین وہ اچھی طرح سے جان سکتے ہین کہ اس سیدھی راہ مین کفر ودین کے جھگڑے سنگِ راہ سے کم نہین ہین بیشک یہ امتیاز اور فرق پیدا کرنے والے خیالات بڑے بڑے پتھر بنکر سدِ راہ ہوتے ہین جس سے اندھیرے مین چلنے والے ٹھوکرین کھا کھا کر منھ کے بل گر پڑتے ہین۔ اور اُس اعلےٰ ترین مقصد عبودیت تک رسائی حاصل کرنے مین کوتاہ دست رہ جاتے ہین۔ بخلاف اسکے عشقِ حقیقی کی مشعل ہاتھ مین لئے ہوئے انسان بلا خوف وخطر سب گھاٹیان طے کر کے منزلِ مقصود پر پہونچ سکتا ہے۔

اسی منشاے لطیف کی طرف شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ خدا کی تلاش کرنے والے بندے جو سچا عشق اپنے دل مین پیدا کرنا چاہتے ہین اور یقین رکھتے ہین کہ زندگی کا مقصد خدا کی محبت اور عشق مین سرشار ہونا ہے

وہ ہوشیار ہوجائین اور یاد رکھین کہ کفر و دین کا جھگڑا نہ صرف انہین حصول مقصود سے محروم کرنے والا ہے بلکہ اُس ایمان مین بھی خلل ڈالدیتا ہے جس کے صحیح معنی be good (نیک بنو) اور do good (نیکی کرو) کے ہین۔

غور کرنے سے یہ امر صاف ہوجاتا ہے کہ ایمان افعال و اعمال و اخلاق کے محاسن کا دوسرا نام ہے کیونکہ ایمان کی نوعیت کا اثر خاصتاً انسان کے اخلاق وعادات پر پڑتا ہے۔ اور ہم نہایت آسانی کے ساتھ ہر شخص کا ایمان اِسکے حرکات سے دریافت کرسکتے ہین۔

زندگی کے منشائے اصلی کا راز منکشف کیاجائے تو یہی قرار پائیگا کہ انسان کی زندگی نیکی ہے یعنی انسانیت بغیر نیکی کے نہین پائی جاسکتی۔ پس اگر اس لحاظ سے ایمان کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو اخلاق حسنہ اور نیکی کا تعلق اُس سے کامل طور پر پایا جائیگا اور اس کے خلاف کوئی صورت تسلیم کی جائے تو ایمان کے اصلی معنی کا مفہوم غلط ہوا جاتا ہے۔

شعر مذکور کے مصرع ثانی کو دیکھئے اور معانی پر غور کیجئے در حقیقت شیخ نے دریا کوزے مین بھر دیا ہے۔

ذرّہ دردے دلِ عطار را

یہان دردِ دل سے مُراد محبت الٰہی ہے۔ جسکو عشق نہین وہ انسانِ کامل نہین انسانِ کامل کے خطاب کا مستحق وہی ہوسکتا ہے جو عشق کے خلعتِ بیش بہا سے مفتخر اور سرفراز ہو۔ عشق حقیقی کا مرتبہ جو موجوداتِ عالم کا انتہائی مقصد ہے اور جس سے بڑھ کر اور کوئی مسلک انسان کے لئے دنیا مین نہین ہوسکتا در حقیقت نہایت اونچا اور بلند ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس جگہہ خدا سے لایزال کے فیوض نزول کرتے ہین جہان انسان اپنی ذات کو بہول جاتا ہے۔ وہ اپنے دل مین کوئی ارادہ نہین پاتا اپنے ذہن سے کوئی بات نہین سوچتا۔ نہ اپنے قصد سے ہاتھ اُٹھاتا ہے نہ پاؤن رکھتا ہے

وہ اپنی خودی کا جامہ چاک کرکے دیوانۂ عشق ہوجاتا ہے اور اپنے تمام مرضیات کو رضائے محبوب پر نثار کردیتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ بالکل محبوب حقیقی کے ارادے مین ضم ہوجاتا ہے۔ اُسکے کہنے سے بولتا ہے۔ اُسی کے اشارے پر چلتا ہے۔ غرض ہمہ تن محبوب کی ذات مین اپنے وجود کو مٹاکر ایک کردیتا ہے۔ اسی عظیم الشان اور جلیل القدر مرتبے کی نسبت صوفیۂ کرام کا برگزیدہ طبقہ یون کہتا ہے کہ

اذا تم العشق فہو اللہ

اگر ظاہر بین اصحاب اس پُر معنی فقرے کی تہ کو نہ پہونچ سکین تو اُنکا قصور ہے حقیقت شناس لوگ ہین اسکی صداقت مین تامل نہین کرسکتین کیونکہ جب عشق حقیقی بوجہ اتم پایا گیا تو عاشق اپنے آپ کو معشوق کا مظہر اتم سمجھتا ہے اور اوسکو فیضان پُر انوار کے وہ مشاہدے ہوتے ہین کہ منصور کیطرح انا الحق پکار اُٹھتا ہے۔

عشق کی معراج یہی ہے کہ خودی باقی نرہے جب خودی کا تعین ہی مٹ گیا تو کفر و دین کا جھگڑا کہان باقی رہا۔ مذہبی خیالات اور معتقدات کے باعث کفر و اسلام کے دو طریقے قرار دے گئے ہین بظاہر اگرچہ دو ہین مگر مقصود دونون کا ایک ہے۔ یار کی دو زلفین کسکو برا اور کسکو بھلا کہئے۔ اسیطرف شیخ نے اشارہ کیا ہے کہ کفر کافر کو بھلا اور دین دیندار کو بھلا۔ جو عاشق اللہ ہین اور عشق کے راز کو پائے ہوئے ہین انکے نزدیک ذرۂ درد عشق بھلا اور آپ نہ بھلے۔

عشق مشرب ہے عاشقان الٰہی اور صوفیان طریقت کا اسی مشرب والے علمائے باطن سے تعبیر کئے جاتے ہین اور مذہب اجتہاد و روش علمائے شریعت سے مراد ہے یعنی ملت انبیا کی روش سے مقصود ہے کما قال اللہ تعالےٰ واتبع ملت ابراھیم حنیفا۔

اس تفاوت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک کا ایک ایک درجہ ہے۔ جب انسان

عشق کے درجے مین پہونچ جاتا ہے تو کوئی قید نہین رہتی۔ وہان ہر مذہب اوس کا مذہب ہے اور ہر دین اوسکا دین ہر روش اوسکی روش ہے اور ہر ملت کا وہ بانی ہے گویا انتہائی عشق کا مقام فنا بلکہ فناء الفنا ہے۔ اس مقام کی سیر کرنیوالے کے نزدیک تمیز و تفاوت باقی نہین رہتی جبکہ تمیز اٹھگئی تو پھر وہان کفر و اسلام ما و شما سے بحث ہی کیا رہی۔ کیا خوب کسی نے کہا ہے

رباعی

این ہستی تو ہستی ہست دگراست — این دست تو آستین دست دگراست
سر را بگریبان تفکر در کن — کین ہستی تو ہستی ہست دگراست

الغرض عاشقان راہ طریقت کے نزدیک وصول الی اللہ کے لئے کسی خاص راستہ یا مذہب کی پابندی نہین ہے۔ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق۔ ہر متنفس کا اصلی خیال اوسکا مقصود و مدعا ہے اور وہی ایک چیز ہے۔ اگر استقلال کو کام مین لائے تو اُس سے معراج کمال کو پہونچ سکتا ہے۔ اب رہا لحاظ تعداد اقوام۔ ہر قوم مین ایک پیشوا ہوتا آیا ہے اور وہی اوسکا خضر راہ ہے لکل قوم ہاد خواہ کسی قوم کا آدمی ہو اُسکی ابتدا جویندگی اور انتہا یابندگی ہے۔ یعنی جو جویندہ ہے وہ ضرور یابندہ ہے۔ صد مرحبا اُس شخص کو جو مطلوب عشق کے تجسس اور تلاش مین اپنی عمر صرف کرے اور جملہ عیوب ما و من اور رہنما دو و ملت کے جھگڑون سے پاک ہو کر اپنی حقیقت کو پہچانے کہ اصلی معراج ہر انسان کی یہی ہے نہ یہان کسی مذہبی قید کی ضرورت ہے نہ کسی ملت کی پابندی کی۔ بقول کبیر داس۔

جات پات پوچھے نا کوے
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئے

اللہ بس باقی ہوس
شاد

حیدرآباد دکن۔ ۲ رجب المرجب ۱۳۲۵ھ

سچا اسلام

کہا کسی نے یہ سید سے آپ اے حضرت
نہ پیر کو نہ کسی پیشوا کو مانتے ہین

نہ آپ عالم برزخ سے مانگتے ہین مدد
نہ فاتحہ کے طریق ادا کو مانتے ہین

نظر تو کیجئے اس بات پر جو ہین ہندو
بصد خلوص ہر اک دیوتا کو مانتے ہین

بہت وہ ہین جو عناصر پرست ہین دل سے
وہ آگ پوجتے ہین یا ہوا کو مانتے ہین

کرسچین بھی فدائی ہین نام مریم کے
بدل مسیح علیہ الثنا کو مانتے ہین

خود آپ ہی مین جو ہین شیعیان باتمکین
وہ اہل بیت کو آل عبا کو مانتے ہین

وہ لوگ جو ہین ملقب بہ صوفیان کرام
فدا قبور پہ ہین اولیا کو مانتے ہین

مرادین مانگتے ہین لوگ پاک روحون سے
کسی بزرگ کو یا مقتدا کو مانتے ہین

پھر آپ مین یہ ہوا کیا سما گئی ہے کہ آپ
نہ دستگیر نہ مشکلکشا کو مانتے ہین

جواب اونہون نے دیا ہم ہین پیرو قرآن
ادب انکا ہے لیکن خدا کو مانتے ہین

سند ہماری ہے ایاک نستعین ای دوست
اوسی یگانہ حاجت روا کو مانتے ہین

اوسی کا نام زبان پر ہے حی اور قیوم
اوسی کی قدرت بے انتہا کو مانتے ہین

یہ بوے شرک ہی ہے جنگ و اختلاف کی جڑ
تو عقلمند کب ایسی بلا کو مانتے ہین

جواب حضرت سید کا خوب ہے اکبر
ہم اون کے قول درست و بجا کو مانتے ہین

ولیکن اس نئی تہذیب کے بزرگ اکثر
خدا کو اور نہ طریق دعا کو مانتے ہین

زبانی کہتے ہین سب کچھ مگر حقیقت مین
وہ صرف قوت فرمانروا کو مانتے ہین

اکبر حسین

مولوی

پکالین پیس کر دو روٹیان تھوڑی سی جو لانا
ہماری کیا ہے اے بھائی نہ مسٹر ہین نہ مولانا

مجھ مسکین بے نوا کے حسب حال تو مولانا اکبر حسین کا وہ شعر ہے جو اس تحریر کا زیب عنوان ہے اور یہ بر سبیل انکسار نفس نہین بلکہ از راہ حقیقت - لیکن واے بر حال اون حضرات سے کے جن کے نامون کے پہلے دکن ریویو مین مولوی کا لفظ لکھا دیکھ کر ہمارے دیرینہ کرمفرما مولانا و بالفضل اولینا مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہل حدیث کو اس قدر طیش آیا کہ آپ نے ایک طویل مضمون ان کی شان مین لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی - مولانا نے اپنی شان ثقاہت کو بالاے طاق کر بہ تقلید روش عوام کالانعام اپنے مضمون مین جا بجا اشعار بھی درج کئے ہین جنکا مقصود اونکے زعم مین اظہار شوخی یا تفنن طبع ہو تو ہو لیکن ہماری دانست مین اس مضمون کے حصہ نثر کا سب سے بڑا وصف اس کی تلخی اور حصہ نظم کی سب سے بڑی صنعت اس کی بے نمکی ہے - معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی شان جلالی کو سب سے زبردست تحریک اس خیال نے پہونچائی کہ مولوی کا لقب جو عرف عام مین اون لوگون کے لئے مخصوص ہے جو زبان عربی مین دینی معلومات پر عبور رکھتے ہون کیون ایسے لوگون کے نام کے ساتھ استعمال کیا گیا جن پر مولوی کی یہ پرانی دقیانوسی تعریف صادق نہین آتی - چنانچہ اسی حالت عتاب و برافروختگی مین آپ دکن ریویو کے مولویون کی نسبت فرماتے ہین -

گر مولویت ہمین است کہ ایشان دارند
واے گر پس امروز بود فردا

بہتر ہوتا کہ مولانا شاعر کے مشہور شعر

اگر اسلام ہمین است کہ واعظ دارد   وائے گر از پس امروز بود فردائے

یون اپنے مجتہدانہ تصرف سے فن عروض کو یون زیر بار احسان نہ فرماتے۔ اور
شکستہ متواتر و زحاف مسلسل کے جدید صنایع کی ایجاد سے مشرقی شاعری کو جو
نکتہ چینون کی نظرون مین پہلے ہی تصنع کے بوجھ کے تلے بہت کچھ دبی ہوئی
ہے اور زیادہ گرانبار نہ کرتے۔

چونکہ ہمارا عمل ظن المومنین خیرا کے اصول پر ہے اس لئے ہم یہ تو نہ کہین گے
کہ مولانا کے مضمون زیر بحث کا تعریضی حصہ اوس معتدل نکتہ چینی کا جواب ہے
جو اسلام نمبر سلک اول مین رحمتہ للعالمین کی شرح کرتے وقت ہم نے مولانا کی
مراتب فضیلت و مدارج مولویت کا ادب قایم رکھ کر کی تھی خواہ ہمارے پاس اصول
مذکور کی عمومیت مین شان استثنا پیدا کرنے کے لئے یہ دلیل موجود ہی ہو کہ اس سے
پہلے دکن ریویو مین لفظ مولوی کا استعمال علی رغم استدلال مولانا ہوا ہے۔ لیکن
ملانا کی طرف سے کوئی اعتراض نہین ہوا۔ البتہ اتنا ضرور کہین گے کہ مولانا نے اس لفظ کو ایک خاص گروہ اور
ایک خاص طبقہ سے مخصوص کرنے مین اوس بخل سے کام لیا ہے جس کی ہمین اون
کی سی روشن خیال اور زمانہ شناس عالم سے توقع نہ تھی۔ زمانہ سدا ایک نہین رہتا۔
جو حالت قدیم سے چلی آ رہی تھی ممکن نہین کہ وہ بدستور قایم رہے اور زمانے کے
گونا گون انقلابات کے سانچہ مین ڈھل کر نئی شکل نہ پیدا کرے۔

جہان نے ساز بدلا ساز نے نغمون کی گت بدلی   ہو گتون نے رنگ بدلا رنگ نے یارون کی نیت بدلی
فلک نے دور بدلا دور نے انسان کو بدلا + گئے ہم تم بدل قانون بدلا سلطنت بدلی
اکبر

اب وہ وقت آگیا ہے کہ پرانے رسمی عقیدے چھوڑے جائین اور نئے
عقاید زمانہ کی ضرورتون اور مصلحتون کے لحاظ سے قایم کئے جائین۔ اور انہین
ضرورتون اور مصلحتون کا ایک اقتضا یہ بھی ہے کہ لفظ مولوی جسکا اطلاق پہلے صرف

عربی جانتے والون پر ہوتا تھا تعلیم یافتہ گروہ سے کے اون مسلمان افراد پر ہو جنکی تعداد بفضل خدا روز بروز ترقی کر رہی ہے اور جو اپنے نامون کے ساتھ لفظ مسٹر کا یورپین اور بیہودہ دم چھلا لگانے کے مقابلہ مین اپنی ہی زبان کا کوئی لفظ استعمال کرنا زیادہ پسند کرتے ہین۔

لفظ مولوی کی صرفی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اصل مین مولائی تھا جس کے معنی تھے۔ میرے آقا۔ لیکن بوجہ تعلیل مین گھل کر مولوی ہو گیا اور عرف عام کی توجہ سے پیرایہ معنی سے عاری ہوکر یہ خود توصدرہ اور شمس بازغہ کر رہنے والون کا علم ہو گیا اور یا ئے متکلم علم بردار بن گئی۔ اس سے واضح ہوگا کہ مولوی محض ایک اعزازی لقب تھا جس کا استعمال مخاطب یا غائب کے نام کے ساتھ بلحاظ اوس کے علو شان کے تکریماً کیا جاتا تھا عام اس سے کہ وہ شان دینی ہو یا دنیوی چنانچہ اب تک بھی سلطان مراکو مولائی کہلاتے ہین۔ اور سلطان المعظم کو بھی مولانا کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ البتہ چونکہ اسلام نے ہمیشہ علم و فضل کا بہت بڑا مرتبہ مانا ہے اسی لئے لفظ مولوی خصوصیت کے ساتھ تعلیم یافتہ اشخاص کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اور چونکہ تعلیم حصول کا ذریعہ مسلمانون کے لئے زبان عربی ہی تھی اس لئے مولوی وہی کہلاتے تھے جو عربی مین دستگاہ رکھتے تھے۔

لیکن اس زمانہ مین جبکہ حصول علم کے ذرایع عربی ہی تک محدود نہین جبکہ اردو ہندوستان کے مسلمانون کی قومی اور ملکی زبان بن کر روز افزون ترقی کر رہی ہے۔ جبکہ انگریزی فارسی عربی اردو ایک مسلمان نوجوان کی تعلیم مین منفرداً یا مجتمعاً کافی حصہ لے رہی ہین۔ جبکہ لسانی عصبیت کا تقاضا ہو رہا ہے کہ جہان تک ممکن ہو ملکی زبان مین اونہین زبانون کے الفاظ کی آمیزش جائز رکھی جائے جن سے اس کا زیادہ قریب کا رشتہ ہے۔ لفظ مولوی کو صرف اون چند

لوگون کے لئے مخصوص کر دینا جو ضرب یضرب ضربا کی حد سے ایک انچ آگے نہ بڑھ سکے ہون اس لفظ پر سخت ظلم کرنا ہے۔

ہمارے اس بیان سے یہ نہ سمجھا جاے کہ ہم خدانخواستہ عربی کے مخالف ہین گو ہم خوش قسمتی سے اس زبان مین اتنی مہارت نہین رکھتے کہ مولانا ابو الوفا کے معیار کے لحاظ سے لقب مولوی کے مستحق قرار پاسکین لیکن ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جس شخص کو انگریزی کے ساتھ عربی نہین آتی وہ صحیح معنون مین تعلیم یافتہ نہین کہا جاسکتا انگلستان مین تعلیم یافتہ ہونے کے لئے فرانسیسی ولاطینی جاننا لازمی ہے۔ دنیاے اسلام مین یہی لزوم عربی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سے پھر بھی یہ نہین لازم آتا کہ مولوی کا اعزازی وتکریمی لقب کسی مسلمان گریجویٹ یا انڈر گریجویٹ یا کسی اور لکھے پڑھے مسلمان کو نہ دیا جائے۔ ہماری رائے مین وہ وقت آگیا ہے کہ مولویت اور عربیت مین تفریق کر دی جائے۔ دونون لازم وملزوم نہین ہین۔ نئی تعلیم یافتہ جماعت مین کثرت سے ایسے لوگ گنائے جاسکتے ہین جو مسٹر کہلانا پسند نہین کرتے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کے لئے کونسا اعزازی لقب تجویز کیا جائے۔ اردو مین صرف دو لفظ ایسے ہین جو موزون طور پر اس ضرورت کو رفع کرتے ہین۔ منشی اور مولوی۔ ان دونون مین زیادہ جامع مولوی ہے۔ منشی سے انشا پرداز مراد ہے۔ مولوی سے مراد ہے مخدومی اور اس لئے وہ انگریزی مسٹر کا صحیح مرادف وبدل ہوسکتا ہے۔ لفظ مسٹر کی تاریخ بھی انگریزی مین وہی ہے جو عربی مین مولوی کی ہے۔ یہ پہلے ماسٹر تھا جس کے معنی مالک یا آقا کے ہین۔ بدلتے بدلتے مسٹر ہو گیا۔ انگلستان کی قومی یک رنگی ویکجہتی کو دیکھئے کہ مسٹر کے لقب کا مستحق ادنی سے اعلی تک اپنے اپنے طبقہ مین ہر شخص ہے۔ جان برائیٹ باایں ہمہ جلالت قدر وتبحر علمی مسٹر کہلاتے ہین اور ایک ادنی درجہ کا جاہل گوراجسکا باپ لندن کی گلیون مین بوٹ صاف کرتے کرتے مرگیا وہ بھی مسٹر ہی کے لقب سے

پکار اجاتا ہے۔ ہمارے ملک مین ابھی تک اتنی آزادی نہین آئی اور اس کے علاوہ لفظ مولوی کا پرانا مفہوم لوگون کے ذہن مین اسقدر راسخ ہوگیا ہے کہ ابھی وقت نہین ہے کہ اس کا استعمال ہر کس و ناکس کے نام کے ساتھ کیا جائے لیکن جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین وہ وقت ضرور آگیا ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمان عام اس سے کہ وہ عربی جانتے ہون یا نہ جانتے ہون آپس مین ایک دوسرے کو مولوی کے لقب سے مخاطب کیا کرین۔ ریاست حیدرآباد دکن مین یہ امر اچھی طرح سمجھ لیا گیا ہے اور کوئی وجہ نہین کہ اس بارہ مین ہندوستان کے دوسرے حصے اوس کی تقلید نہ کرین۔

مولانا ابوالوفا اور اون کے ہم خیال علما اگر ہماری اس تحریر کو اپنے حقوق مین غاصبانہ دست اندازی سے تعبیر کرین تو ہم اون کی خدمت بابرکت مین نہایت ادب سے عرض کرین گے کہ اون کے مقدس گروہ کے لئے مولانا اور علامہ کے مہتم بالشان القاب موجود ہین جن کے استعمال مین ہم عامیون اور جاہلون کی مجال نہین کہ اون کے شریک و سہیم ہو سکین۔ مولوی مین "ی" صیغہ واحد متکلم کی ہے اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کو مولوی کہے تو اخلاق محمدی کے لحاظ سے اس مین نہ صرف یہ کہ کوئی قباحت ہی نہین بلکہ ہر طرح اولیٰ و انسب ہے۔ برخلاف اس کے مولانا مین "نا" جمع متکلم ہے۔ اور اس کا استعمال اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مخاطب مخدوم انام ہے اور یہ ایک ایسا درجہ ہے جو حقیقت مین علمائے کرام ہی کو حاصل ہے۔ اس کے علاوہ طبقہ علما کے لئے علامی و فہامی اور حکیم و مجتہد کے القاب کیا کچھ کم موجود ہین جو اونہین مولوی کے لقب سے جدائی اختیار کرنا بھی شاق گذرے۔

مولانا ابوالوفا کو اس بات پر تعجب ہے کہ جب نئی روشنی والے مولویون کے گروہ کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین تو کیون اس گروہ حقیر کا لقب اپنے لئے تجویز کرتے ہین۔ مولانا کے اس سوال کا جواب خود اونہین کے سوال مین مضمر ہے نئی روشنی

والے اگر مولویون کو بنظر تحقیر دیکھتے تو ہرگز اپنے نام کے ساتھ لفظ مولوی نہ لگاتے۔
حقیقت یہ ہے کہ مولوی کی پرانی تعریف کے لحاظ سے جسکا اعادہ مولانا نے اپنے مضمون
مین کیا ہے مولویون مولویون مین بھی فرق ہے۔ ایک گروہ ایسے مولویون کا ہے جن مین مولانا
شبلی۔ مولانا نذیر احمد مولانا شاہ سلیمان جیسے بزرگ داخل ہین۔ اس گروہ کو بنظر
حقارت دیکھنا خسر الدنیا و الآخرہ کا مصداق ہونا ہے لیکن ایک گروہ اور بھی ہے اور
یہ وہ گروہ ہے جس کی شان مین مولانا حالی فرماتے ہین۔

کوئی مسئلہ پوچھنے ان سے جائے ۔۔۔ تو گردن پہ بار گران لے کے آئے
اگر بدنصیبی سے شک اس مین لائے ۔۔۔ تو قطعی خطاب اہل دوزخ کا پائے
کبھی وہ گلے کی رگین ہین پھلاتے ۔۔۔ کبھی جھاگ پر جھاگ ہین منہ مین لاتے
کبھی خوک اور سگ ہین اوس کو بناتے ۔۔۔ کبھی مارنے کو عصا ہین اٹھاتے

ستون چشم بد دور ہین آپ دین کے
نمونہ ہین خلق رسول امین کے

ہمین ڈر ہے کہ ہمارا مضمون حد سے زیادہ بڑھتا جاتا ہے اس لئے ہم صرف اتنا
اور عرض کرنے پر اکتفا کرتے ہین کہ مولانا ابوالوفا اگر اپنی ہی تعریف کے لحاظ سے دکن کے
کے "مولویون" پر نظر ڈالتے تو سب کو ایک لاٹھی نہ ہانکتے کیونکہ ان مین سے زیادہ تر
اصحاب ایسے ہین جن کی عربیت مسلم ہے۔ اور جو باوجود انگریزی دان ہونے کے
اس قدر دینی معلومات رکھتے ہین کہ اگر مولانا ابوالوفا کو با این ہمہ تبحر و ہمہ دانی
اپنے عقیدت مندون کے کسی پیچیدہ استفسار کے جواب مین سو اتفاق سے
کبھی کوئی شبہہ ناشی ہو تو وہ بلا تامل ان اصحاب سے استشارہ کرکے جواب
شافی حاصل کر سکتے ہین۔

فقیر

اسلام مین عورتون کا مرتبہ بمقابلہ اقوام غیر

تمہید | عورت کی گزشتہ حالت معلوم کئے بغیر اوس کی موجودہ حالت پر کسی قسم کی روشنی نہین ڈالی جا سکتی۔ تمام مسائل تمدنی کی تحقیق اور اون کے متعلق ہر قسم کے مباحثہ کی بنیاد اسی اصول پر مبنی ہے۔ ہم اپنی حقیقت حال اور کسی عادت وخصلت سے اوس وقت تک واقف نہین ہو سکتے جب تک حادثات گزشتہ کے معلوم کرنے کی کوشش نکرین۔ اور اون تمام زمانون پر نظر نہ ڈالین جن مین ہماری حالت بدلتی رہی ہے۔

غرضکہ ہمکو اپنی موجودہ انسانیت کی تاریخ اور وقعت معلوم ہونے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنی ابتدائی حالت کا کہوج لگائین۔

ہیروڈوٹس کے زمانہ مین عورت کا پوزیشن (رتبہ) | شیخ المورخین ہیروڈوٹس (۴۸۴-۴۲۴ ق م) یونانی بیان کرتا ہے کہ عام چوپایون کی طرح مرد عورت سے صرف حیوانی خواہش پورا کرنے کے لئے ملتا تہا اس ملاپ کے بعد جب کسی عورت کے بچہ پیدا ہوتا تو اوس کے جوان ہونے پر تمام قوم جمع ہوتی، اور وہ بچہ صورت وشکل مین قوم کے جس مرد سے زیادہ مشابہ ہوتا اوس کی اولاد قرار دیا جاتا۔ یہ رسم جرمن کے بعض قبائل اور عرب جاہلیت مین بہی جاری تہی۔ اس تاریخی بیان کی تائید زمانہ حال کے سیاحون کے بیانات سے بہی ہوتی ہے۔ وہ تمام سیاح جنہون نے بلاد تاہٹی۔ آسٹریلیا کے جزایر مرکیز وغیرہ نیوزیلنڈ، اور ہندوستان وافریقہ کے بعض مقامات مین سیر کی ہے، اون سب کا بیان ہے، کہ ان مقامات مین اکثر جگہہ ازدواج کو کوئی جانتا بہی نہین۔

زمانہ بدویت مین عورت مستقل بالذات تہی

اس بات سے کسی طرح اختلاف نہین کیا جاسکتا کہ عورت جب تک اس حالت مین رہی اوس کی زندگی مستقل بالذات تھی اور مرد کی طرح برابر تمام کامون مین اپنے اوپر بہروسہ کرتی تھی۔ بلکہ ایک گونہ اُس کو یہ ترجیح حاصل تھی کہ اکثر و بیشتر اولاد کا نسب صرف عورت ہی کی طرف منسوب کیا جاتا تہا۔ اس دور اولی مین عورت کو سوسائٹی مین ایک خاص درجہ اور شان حاصل تہی۔ اور اکثر مرد کی شریک ہو کر وہ اپنے قبیلہ کی حمایت مین دشمنون سے جنگ بہی کیا کرتی تہی۔ زمانہ قدیم کے جنگون پر اگر نظر ڈالی جاسے تو ان سب باتون کی شہادت ملتی ہے۔ دنیا کے بعض حصون مین اب تک عورت کا جنگی کامون مین شریک ہونا اس دعوی پر ایک روشن دلیل ہے۔ کہ عورتین مردون کی طرح جنگی اسپرٹ (قابلیت) رکہتی ہین چنانچہ بادشاہ سیام کے ہان ایک کافی مقدار ایسی عورتون کی موجود ہے جو اوس کے باڈی گارڈ کا کام دیتی ہین۔

مغربی افریقہ مین ایک وحشی سلطنت داہومی ہے۔ چند گذشتہ سال سے فرانس نے اوس کو فتح کرکے اپنی نوآبادیون مین داخل کیا ہے۔ جب یہان کی وحشی فوج فرانس کے مقابلہ مین آئی تو سپاہی عورتون کی تعداد مردون کے برابر تہی۔

تمدن کی ابتدائی حالت مین عورت اپنی حریت اور حقوق سے محروم ہوگئی

جب انسان نے اپنی وحشت و بدویت کو خیرباد کہا اپنے رہنے کے لئے کوئی مخصوص جگہہ قرار دی زراعت مین مشغول ہوا۔ خانہ داری کی بنیاد ڈالی۔ اور ایک کنبہ کی صورت بنائی۔ تو سب سے زیادہ اوس کی کوشش اس طرف مبذول ہوئی۔ کہ ہر کنبہ اور خاندان اپنے اسلاف مین سے کسی بزرگ قبیلہ کو اپنا علیحدہ علیحدہ معبود قرار دے۔ چنانچہ یونان روم۔ ہند اور جرمنی مین یہہ دستور عام طور سے شایع تہا۔ اس کا بقیہ اب بہی وحشی

قومون مین پایا جاتا ہے۔ اور چین بالخصوص اس قسم کے معبودون کی اطاعت مین اب تک گرفتار رہے ہے ان معبودون پر قربانیان چڑہانا۔ اور اون کی خدمت کرنا فرایض عائلی مین داخل تہا۔ مرد کو اول اول اس دینی خدمت کی انجام دہی کے خیال نے اپنی ذریت اور نسل کے قایم رکہنے پر آمادہ کیا۔ اور جب عورت خاندان مین داخل ہوتی توسب سے اول وہ اس وقت اپنے استقلال بالذات سے محروم ہوئی۔ اس بنا پر ہم دیکہتے ہین کہ یونانیون۔ رومیون۔ جرمنیون۔ ہنود۔ چینیون۔ اور عربون مین خاندان کا سردار اپنی بیوی کا مالک ہوتا تہا۔ اور غلامون کی طرح بیوی پر بہی بیع وشراہی کے ذریعہ سے ملکیت حاصل کی جاتی تہی۔ یعنے عقد نکاح بالکل بیع وشرا کی صورت مین ہوتا تہا۔ جن لوگون نے رومیون کا قانون دیکہا ہے وہ اس کو بخوبی جانتے ہین۔ موزخون نے بہی اس کا ذکر کیا ہے اور ہمارے معاصرین سیاحون نے بہی اسکو بیان کیا ہے۔ کہ مرد اپنی بیوی کو اوس کے باپ سے خریدتا تہا۔ اور اس طرح تمام پدری حقوق خاوند کی طرف منتقل ہوجاتے تہے۔ اور اوس کو اختیار ہوتا تہا کہ اگر چاہے تو اپنے حقوق کسی دوسرے شخص کے ہاتہہ فروخت کر ڈالے۔ جب خاوند مرجاتا تو یہ حقوق تصرفات وراثۃً اوس کی اولاد ذکور یا دوسرے ورثا کی طرف منتقل ہوجاتے تہے۔

اسی کے ساتہہ یہ بہی تہا کہ عورت اپنی ذات کے لئے کسی چیز کی مالک نہین ہوسکتی تہی۔ اور نہ وراثۃً اوس کو کوئی حق پہنچ سکتا تہا۔ مرد متعدد عورتون سے اس بناپر نکاح کرسکتا تہا۔ کہ عورت کی طرح مرد کو بہی صرف ایک ہی نکاح کا حق دینے سے زوجین کے حقوق و فرایض مین صورت مساوات قایم ہوجائیگی۔

عورت کے حقوق کو تسلیم کیا جانا	اس دورہ کے بعد حکومت سیاسی کے نقش قدم پر مرد کی حکومت بہی عورت پر سے رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی۔ چنانچہ اول مختلف قوانین اور

شریعتون کی رو سے عورت کو کچھہ کچھہ حق ملکیت دیا گیا اوس کے بعد وراثت کا کچھہ حق دیا گیا۔ لیکن دنیا کی کسی حکومت کی حمایت عورتون کے حق مین اس درجہ تک نہ پہنچی کہ اون کو مردون کے برابر حقوق دیئے جاتے۔

قدیم ہند مین عورتون کی ذلیل حالت قدیم ہند کی عورتین اپنی مستقل شخصیت سے محروم تہین چنانچہ منو کے قانون مین "عورت صغر سنی مین باپ کی مطیع ہے۔ جوانی مین شوہر کی۔ شوہر کے بعد اپنے بیٹون کی۔ اور اگر بیٹے نہون تو اپنے اقربا کی۔ کیونکہ کوئی عورت ہرگز اس لائق نہین کہ خود مختارانہ طور پر زندگی بسر کر سکے۔" اور نیز ہندوون کا قانون کہتا ہے۔

"تقدیر طوفان۔ موت۔ جہنم۔ زہر۔ اور زہریلے سانپ۔ ان مین سے کوئی چیز اس قدر خراب نہین ہے جتنی عورت۔"[۵۱]

رسول عرب سے دو ہزار برس پیشتر ہندوستان کے قدیم مقنن منو نے عورتون کی بے اعتباری کو ان الفاظ مین بیان کیا ہے۔

"کسی عورت کو زانیہ کہنے کے لئے اس قدر کافی ہے۔ کہ وہ کسی مرد کے ساتھہ اتنی دیر علیحدہ رہی ہو جتنی دیر مین ایک انڈا تلا جا سکتا ہے۔"[۵۲]

قدیم یونان مین عورتون کی ذلیل حالت یونانیون کے قوانین مین عورتین اس بات کی مکلف تہین کہ کامل حجاب مین زندگی بسر کرین۔ اور بجز اوقات ضرورت کے گھر سے باہر قدم نہ رکہین۔[۵۳] یونانی عموماً عورتون کو ایک کم درجہ کی مخلوق سمجھتے تہے جن کا کام صرف بچے جننا تہا۔ اگر کسی عورت کے خلاف فطرت ناقص الاعضا بچہ پیدا ہوتا تو اوس عورت کو مار ڈالتے تہے۔ اسپارٹا مین جس بدنصیب عورت سے کسی قوی سپاہی کو پیدا ہونے کی امید نہوتی۔ اوس کو بہی مار ڈالتے تہے۔ جس وقت کسی

---

[۵۱] تمدن عرب صفحہ ۲۷۳۔ [۵۲] تمدن عرب صفحہ ۴۷۴۔

[۵۳] "ہسٹری آوف یورپین مارلز" مصنفہ لکی۔ جلد ۲ صفحہ ۲۰۷۔

عورت سے بچہ پیدا ہو چکتا تھا تو فوائد ملک کی غرض سے دوسرے شخص کی نسل لینے کے لئے اوس کے خاوند سے عاریتاً لے لیتے تھے۔ یونانی اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ تمدن کے زمانے مین بھی بجز طوائف کے کسی عورت کی قدر نہین کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے بجز ان طوائف کے اور عورتون مین کسی قسم کی تعلیم و تربیت بھی نہ تھی"[۵۱]

"یونان کے قانون مین عورتون کو کسی قسم کا حق حاصل نہ تھا۔ یہان تک کہ حق وراثت بھی نہین دیا گیا تھا۔"[۵۲]

یونان کی لڑکیان اس بات کی بالکل مجاز نہ تھین کہ وہ اپنے والدین کی بلا مرضی اپنی شادی کر سکین۔ اگر وہ ایسا کرتین تو باپ کو انہین جان سے مار ڈالنے کا حق حاصل تھا۔

کتاب مقدس مین عورت کا پوزیشن | کتب مقدسہ کی حکومت نے بھی عورت کا پوزیشن قایم کرنے مین کچھ حصہ نہین لیا۔ چنانچہ کتاب مقدس مین لکھا ہے کہ "عورت موت سے زیادہ تلخ ہے"۔ عہد عتیق کے باب واعظ مین لکھا ہے کہ جو کوئی خدا کا پیارا ہے۔ وہ اپنے آپ کو عورت سے بچائیگا۔ ہزار آدمیون مین مین نے ایک خدا کا پیارا پایا ہے۔ لیکن تمام عالم کی عورتون مین ایک عورت بھی ایسی نہین پائی جاتی جو خدا کی پیاری ہوتی"[۵۳]

رومیون مین عورت کا پوزیشن | روما مین مرد کی حکومت اپنی بی بی پر جابرانہ تھی۔ عورت ایک لونڈی کی حیثیت رکھتی تھی جس کا کوئی حصہ معاشرت مین نہ تھا۔ سوا شوہر کے کوئی اوس کے افعال کا فیصلہ کرنے والا نہ تھا۔ اور شوہر کو اوس کی جان پر بھی پورا حق حاصل تھا۔[۵۴]

اسلام سے پہلے عرب مین عورتون کی ذلیل حالت | عرب جاہلیت مین جو بدترین سلوک عورتون کے ساتھ کیا جاتا تھا اوس کی تشریح مین یہ الہامی فقرہ دُہرا دینا کافی ہے کہ "اِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ" اِس کے بعد اون کی معاشرت مین کسی حُسن سلوک کو

---

[۵۱] تمدن عرب۔ صفحہ ۲۰۳۔
[۵۲] تمدن عرب۔ صفحہ ۲۰۴۔
[۵۳] تمدن عرب صفحہ۔ ۲۰۳
[۵۴] تمدن عرب۔ صفحہ ۲۰۴

تلاش کرنا بالکل عبث ہے۔ اس لئے کہ جب وہ سرے سے اون کی ہستی سکے دشمن تھے تو اونکی معاشرت مین کسی انسانی ذمہ داری کا پایا جانا بالکل خرق عادت ہوگا۔ عرب جاہلیت مین عورتون کے پوزیشن کو موسیو لیبان نے ان الفاظ مین بیان کیا ہے:۔

”زمانہ جاہلیت مین عورتین انسان اور حیوانات کے درمیان مین ایک ”قسم کی مخلوق سمجھی جاتی تھین۔ جن کا مصرف محض ترقی نسل اور مردون کی خدمت ”کرنا تھا۔ لڑکیون کا پیدا ہونا ایک بدنصیبی خیال کی جاتی تھی۔ اور اون کو ”زندہ دفن کر دینے کی رسم بہت عام تھی۔ یہ دفن کر دینے کا حق اوسی طرح حاصل تھا جیسے کُتیا کے بچون کو پانی مین ڈبو دینے کا۔“[1]

اسلام نے عورتون کی عزت و منزلت بڑہانے مین جو عظیم الشان حصہ لیا وہ اوس سے بدرجہا زیادہ تھا جو تمام ادیان و مصلحان سابقہ کی کوششون سے امید کیا جا سکتا تھا۔ اسلام کی تمدنی اصلاح پہیلنے سے پہلے تمام ممالک عرب مین تعدد ازدواج بلا وجہ طلاق اور داشتہ رکہنے کا نفرت انگیز طریقہ جاری تھا۔ بعض قبیلون مین یہ خونخوار دستور تھا کہ وہ اپنی صغیر سن لڑکیون کو اس غرض سے مار ڈالتے تھے کہ مصاہرت کی شرم نہ اوٹہانا پڑے۔ جو لڑکیان اپنے والدین کی اس بدسلوکی سے بچ جاتین وہ اون کے مرنے کے بعد کوئی ورثہ نہین پاتی تھین۔ بعض قبائل مین باپ کی بیواؤن سے شادی کرنا اور جمع بین الاختین جائز تھا۔ بیٹے اپنے باپ کی بیواؤن کو زندگی و انسانیت سے معرا اور اسباب و جائداد ذاتی کے زمرہ مین سمجھتے تھے۔ نہ اُن مین عورتون کی کوئی وقعت تھی۔ اور نہ مخاطب کرتے وقت اون کی کچھ تعظیم کی جاتی تھی۔ بلکہ جو بہت زیادہ وحشی تھے اون کی بدتہذیبی تو یہان تک بڑھی ہوئی تھی کہ وہ بے دہڑک پاکدامن عورتون پر تہمت لگایا کرتے تھے۔ عورتون کا لباس اور وضع قطع بہی قابل اصلاح تہی۔ کم سن یتیم

[1] تمدن عرب صفحہ ۳۶۹۔

لڑکیون کے مربی اون پر ظلم وستم کیا کرتے۔ اور اون کی جائداد پر قابض ہونے کی غرض سے متعدد یتیم لڑکیون سے شادیان کرتے۔ اور اس طرح اون کو بے یار ومددگار اور محتاج بنا کر چھوڑ دیتے تہے۔ اسلام نے رفتہ رفتہ عورتون کی اس زبون حالت مین اسطرح اصلاح کی کہ پہلے بیویون کی لاانتہا شمار کو گھٹا کر چار تک محدود کیا۔ اور اوس کے بعد یہ کہہ کر ہمیشہ کے لئے کثرت ازدواج کی بیخ کنی کر دی کہ "انسان خواہ کتنی ہی کوشش کیون نہ کرے۔ تب بہی متعدد بیویون مین عدل کرنا طاقت بشری سے خارج ہے"[۵۱]!!

اسلام نے عورتون کی حالت مین کیا اصلاح کی

اسلام نے اپنے پیرؤون کے لئے ازدواج کا جو نیا قانون نافذ کیا اوس نے طلاق کی بے لگامی کو ایسے مدبرانہ اصول سے روکا جو قابل عمل اور جانبین کے لئے مفید تہے۔ اسلام نے[۵۲] اہل عرب کو اپنی بیویون کے ساتہہ بدسلوکی کرنے کی ممانعت کی۔ غلامی کو موقوف کر کے اور وجود[۵۳] لونڈیون کے ساتہہ نکاح کرنے کی ترغیب دلا کر داشتاؤن کے رواج کو موقوف کیا[۵۴]۔ دختر کشی کے متعلق نہایت سخت وشدید احکام نافذ کئے۔ اس خلاف فطرت گناہ پر سرزنش کی۔ اوس کے مرتکبین کو عذاب آخرت کا خوف دلا کر اس کا انسداد کیا[۵۵]۔ اور بالآخر عرب اور تمام دنیا نے اسلام سے دختر کشی کو قلع وقمع کر کے چھوڑا۔

عورتون کے حقوق قایم کرنے کی غرض سے قانون وراثت کا تذکرہ سب سے پہلے قرآن مین ہوا[۵۶]۔ باپ کی بیواؤن سے نکاح کرنے اور جمع بین الاختین کو گناہ کبیرہ قرار دیا[۵۷]۔ اور بیواؤن کو متوفی خاوند کی جائداد کے زمرہ سے خارج کیا۔

---

[۵۱] سورۃ النساء ۴۔ آیت ۱۲۸۔ [۵۲] سورہ محمد ۴۷۔ آیت ۸۔ [۵۳] سورۃ النساء ۴۔ ایت ۲۹۔ سورۃ المعارج ۷۰۔ آیت ۲۹۔۳۰۔ سورہ المومنون ۲۳۔ آیت ۵۔۶۔ [۵۴] سورۃ انعام ۶۔ آیت ۱۵۲۔ سورہ بنی اسرائیل ۱۷۔ آیت ۳۲۔۳۳۔ سورۃ التکویر ۸۱۔ آیت ۸۔۹۔ [۵۵] سورۃ النساء ۴۔ آیت ۸۔ [۵۶] سورہ نساء ۴۔ آیت ۲۶۔۲۷۔ [۵۷] سورہ النساء ۴۔ آیت ۲۳۔

مردون کو عورتون کی توقیر کرنے اور بوقت خطاب اون کا لحاظ و عزت کرنے کی ہدایت کی[1]۔ پاکدامن عورتون کے تہمت لگانے والون پر حد قذف جاری کی[2]۔ عورتون کے لباس اور وضع قطع مین بہی اصلاح کی[3]۔ اور یتیم لڑکیون کے مربیون کو اون کی نابالغی کے زمانہ مین اون سے شادی کرنے سے منع کیا[4]۔

ان اصلاحون سے عورتون کی پست حالت مین بیحد ترقی ہوئی۔ اور ان شوشیل تغیرات نے اون کی مصیبتین دور کرکے اون کو مردون کے دست تظلم سے نجات دلائی۔ اور یہ ایک ایسا عظیم الشان تاریخی تغیر ہے جس نے اون کی مستقل شخصیت کو قایم کیا۔ اون کے لئے تمام انسانی حقوق کی بنیاد ڈالی۔ اور ناجائز حکومتون سے اون کی گلوخلاصی کی۔ اگرچہ زمانہ کے اولٹ پہیر سے وہ خود پیروان اسلام کے ہاتھون اب ناجائز حکومتون کی شکار بن گئی ہون۔ اور پہر اپنے مرکز جاہلیت مین جا ملی ہون۔

اسلام مین عورت و مرد کی مساوات اسلام قبضہ دولت کے علاوہ عورت و مرد کی قانونی اور تمدنی و روحانی مساوات کو ان الفاظ مین بیان کرتا ہے۔

لهن مثل الذی علیهن بالمعروف (سورۃ البقرۃ۲۔ آیت ۲۲۸) "جیسے مردون کا حق عورتون پر ہے۔ ویسے ہی دستور کے مطابق عورتون کا حق مردون پر ہے۔"

للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن۔ (سورۃ النساء۴۔ آیت ۳۶) "مردون نے جیسی کمائی کی ہو اوس کا اون کا حصہ۔ اور عورتون نے جیسی کمائی کی ہو اون کو اون کا حصہ۔"

---

[1] سورۃ الحجرات ۴۹۔ آیت ۱۱ [2] سورۃ النور ۲۴۔ آیت ۴۔ ۱۱۔ ۲۳

[3] سورہ احزاب ۳۳۔ آیت ۵۹۔ سورۃ النور ۲۴۔ آیت ۳۱۔ [4] سورۃ النساء ۴۔ آیت ۱۲۶

ان المسلمین والمسلمات، والمومنین والمؤمنات، والقنتین والقنتات، والصادقین والصادقات، والصابرین والصابرات، والخاشعین والخاشعات، والمتصدقین والمتصدقات، والصائمین والصائمات، والحافظین فروجہم والحافظات، والذاکرین اللہ کثیرًا والذاکرات، اعد اللہ لہم مغفرۃ و اجرًا عظیمًا۔

(سورۃ الاحزاب ۳۳ آیت ۳۵)

"بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتین۔ ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتین۔ فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتین۔ سچے مرد اور سچی عورتین۔ صابر مرد اور صابر عورتین۔ خاکسار مرد اور خاکسار عورتین۔ خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتین۔ روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتین اپنی شرمگاہون کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتین۔ اور خدا کو بہت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتین۔ خدا نے ان (سب) کے لئے مغفرتِ گناہ اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔"

صرف ان ہی سطرون سے اوس مکمل مساوات اور ریفارمیشن کا اندازہ نہین کیا جا سکتا جو اسلام نے عورتون کو ذلیل حالت سے ابھارنے مین کی۔ کیونکہ اس کے علاوہ اوس نے سب سے پہلے تعدد ازدواج کے خلاف سخت احکام جاری کئے طلاق کی شرمناک بے لگامی کو محدود کیا۔ اپنے پیروون کے دلون مین عورتون کے متعلق محبت و نرم دلی کے قابل تحسین خیالات کو جاگزین کیا۔ اور زن و شوہر کی باہمی محبت و مسرت کو ان الفاظ مین بیان کیا کہ:۔

ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجًا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔

"یہ بھی خدا کی قدرت کی ایک نشانی ہے کہ اوس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیبیان پیدا کین۔ تاکہ تم کو

(سورۃ الروم ۳۰۔ آیت ۲۰) اون کی طرف (رغبت کرنے سے) راحت ملے۔ خدا نے تم دونون مین پیار و اخلاص پیدا کیا ہے“

تمدنی حسن سلوک کی ان الفاظ مین ہدایت کی :-

عاشروھن بالمعروف۔ ”عورتون کے ساتھہ بھلائی سے سلوک کرو“

(سورہ نساء ۴۔ آیت ۲۳)

عورتون کے حقوق کی نگہداشت کو ان الفاظ مین بیان کیا :-

اخذن منکم میثاقاً غلیظاً۔ ”عورتین (اپنے حقوق پر) تم سے پختہ عہد لے چکی ہین“

(سورہ نساء ۴۔ آیت ۲۵)

میان بیوی کی تمدنی مساوات کو اس مثال سے ذہن نشین کرایا :-

ھن لباس لکم و انتم لباس لھن۔ ”عورتین مردون کا لباس ہین۔ اور مرد عورتون کا“

(سورہ بقرہ ۲۔ آیت ۱۸۳)

لفظ ”زوجین“ (جوڑا) ایک بیوی کا ہونا ثابت کرتا ہے۔ اور رشتہ مناکحت قایم رہنے پر زور دیتا ہے۔

غرض کہ اسلام عورتون کے حقوق مین ایسا ابر رحمت بنکر نازل ہوا کہ اوس نے اون کو از سر نو حیات انسانی بخشی۔ لیکن جس طرح تمام کائنات کی زندگی اوس وقت تک قایم رہتی ہے جب تک اوس کے سلسلۂ حیات قطع کر دینے والے اسباب فراہم نہو جائین۔ اسی طرح امت اسلامی کی عورتین جس زمانہ تک ان حقوق سے متمتع ہوتی رہین اور جب تک اون کی شخصیت مین کچھہ نقص نہین آیا۔ اوس وقت تک اون کی زندگی بھی قایم رہی۔ لیکن جب سے ان حقوق نے عملیات سے صرف اعتقادیات کا درجہ حاصل کیا۔ اوس وقت سے ان حقوق کا وجود ایسا معطل اور بے سود ہو گیا جیسے صرف علم الادویہ کا ماہر ہونا یا صرف نیچر کے باغ مین نباتات کا اگ آنا کسی مریضہ

کا ازالہ نہین کر سکتا۔ اسی طرح اسلام مین عورت کے حقوق کا صرف مشخص ہوجانا ہی فوائد کو نتیج نہین کر سکتا۔ جب تک عورتون کو اون سے متمتع ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔

مسلمان عورتون کو اون کے حقوق نہ دئے جانے پر سر سید کا افسوس و تعجب۔

سر سید مرحوم نے ایک جگہہ عورتون کے اسلامی حقوق بیان کر کے اور اون کے برعکس نتائج دیکھہ کر ان الفاظ مین تعجب کیا ہے :-

"تعجب اور کمال تعجب اس بات مین ہے کہ تمام تربیت یافتہ ملک۔ مسلمان عورتون
" کی جو حالت ہے۔ اوس پر بہت کچہہ نام رکہتے ہین۔ اور اس مین کچہہ شبہہ نہین
" کہ تربیت یافتہ ملک کی عورتون کی حالت۔ مسلمانون اور مسلمان ملک کی عورتون
" کی حالت سے بدرجہا بہتر ہے۔ حالانکہ معاملہ بالعکس ہونا چاہئے تہا"

سر سید اپنے اس تعجب کا خود ہی اس طرح جواب دیتے ہین :-

"بلا شبہہ جہان تک ہم کو معلوم ہے۔ تربیت یافتہ ملکون مین عورتون کے ساتہہ
" یہ مراتب (یعنے اون کے حقوق) بخوبی برتے جاتے ہین۔ اور مسلمان ملکون مین
" ویسے نہین برتے جاتے۔ اور ہندوستان مین تو ایسی نالائقی اور خاک اوڑتی ہے کہ نعوذ باللہ منہا"

اس کے بعد وہ اسلام کے حریفون کو مخاطب کر کے کہتے ہین :-

" جو لوگ ان خرابیون کو مذہب اسلام کی طرف منسوب کرتے ہین یقینی اون کی
" غلطی ہے۔ بلکہ ہندوستان مین جس قدر عورتون کی حالت مین تنزل ہے صرف
" اوس کا باعث احکام مذہب اسلام کی (رو سے اون کے حقوق دینے مین)
" بخوبی پابندی نہ کرنا ہے۔ اگر اون کی پابندی کی جاوے تو بلا شبہہ یہ تمام خرابیان
" دور ہو جائین۔ مہذب قومون نے باوجودیکہ اون کے ہان کا قانون نسبت عورتون
" کے نہایت ہی ناقص اور خراب تہا۔ اپنی عورتون کی حالت کو نہایت اعلیٰ درجہ

"کی ترقی پر پہنچا یا ہی۔ اور مسلمانون نے باوجودیکہ ان کا مذہبی قانون نسبت عورتون کے
" اور اُن کی حالت کی بہتری کے تمام دنیا کے قانون سے بہتر اور عمدہ تہا۔ مگر اونہون
" نے اپنے نامہذب ہونے سے ایسا خراب برتاؤ عورتون کے ساتہہ اختیار
" کیا ہے جس کے سبب سے تمام قومین اون کی حالت پر ہنستی ہین۔ اور ہماری
" ذاتی برائیون کے سبب سے مذہب (اسلام) پر عیب لگاتی ہین۔ پس اب
" یہ زمانہ نہین ہے۔ کہ ہم ان باتون کی غیرت نہ کرین۔ اور اپنے چال چلن (کو
" عورتون کے ساتہہ حسن سلوک مین) درست نہ کرین۔ اور جیسا کہ مذہب اسلام
" روشن ہے خود اپنے چال چلن سے اوس کی روشنی کا ثبوت لوگون کو
نہ دکہاوین"[۵]

عورتون کو اسلامی حقوق ملنے کے عمدہ نتائج۔ | یہ تو اعطاے حقوق کا ذکر تہا۔ اب اگر اون نتائج اور ترقیات پر غور کیا جاے۔ جو امت اسلامی کے مرحوم طبقہ نساء نے ان حقوق سے متمتع ہو کر حاصل کین۔ تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورتین اسلامی حقوق سے مستفید ہونے کے بعد پوری انسانی ترقی کر سکتی ہین۔ اور اپنے داغی قوی کو بالکل مغربی عورتون کی طرح زندہ اور شگفتہ کر سکتی ہین۔ اس دعوی کی تائید اگر موسیو لیبان کی زبان سے کرائی جائے تو زیادہ موقر ہوگی۔ وہ لکہتا ہے :-

" اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہین۔ کہ اسلام نے عورتون پر کیا اثر ڈالا۔ تو ہمین تمدن اسلام
" کے زمانہ مین ان کی حالت کو دیکہنا چاہیئے۔
" اقوال مورخین سے جن کو اب ہم نقل کرین گے۔ معلوم ہوگا کہ تمدن اسلام مین
" عورتون کو بالکل وہی مرتبہ دیا گیا تہا۔ جو انہین بہت دنون بعد یورپ مین حاصل
" ہونے والا تہا۔ تمدن عرب کے زمانہ عروج مین عورتون کا اعزاز اس سے

[۵] تہذیب الاخلاق۔ جلد ۲ صفحہ ۲۷ و ۳۰۔ مطبوعہ لاہور

"بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اون مین بہ کثرت پڑہی لکھی اور علم و ادب مین ماہر عورتین
"پائی جاتی تہین۔ مشرق مین بعہد عباسیہ اور اندلس مین بعہد امیۃ۔ اکثر
"عورتون نے بہت بڑی شہرت حاصل کی تہی۔
" ولدہ خلیفہ محمد (۱) تاجدار اندلس کی بیٹی جو ۸۶۰ھ مین حکومت کرتا تہا
" قرطبہ مین ویسی ہی مشہور شاعرہ تھی جیسی یونان مین سیافو۔ اسپین کا مشہور
" مورخ کانڈی (۱۷۶۵ء سے ۱۸۲۰ء) عبدالرحمن سوم کے زمانے کے عرب
" مورخون سے نقل کرکے لکھتا ہے کہ "خلیفہ مدینۃ الزہرا کے سامان عیش و
" نشاط مین بیٹھا ہوا اپنی لونڈی مزنہ۔ اور قرطبہ کی مشہور شہزادی عائشہ جو بقول
" ابن حیان اپنے زمانہ کی نہایت عاقل و عالم عورت تھی۔ اور صفیہ کے کلام
" کو جو عائشہ کی طرح لایق تھی۔ سنا کرتا تہا۔
" الحاکم دوم کے زمانہ کے مورخ لکھتے ہین:-
" اس زمانہ مین علم و شاعری کی قدر اندلس مین اس درجہ تہی کہ عورتین بھی محنت
" و مشقت کرکے علم حاصل کرتی تھین۔ خلیفہ کے قیصر لبنیا مین ایک لڑکی صرف
" و نحو۔ شاعری۔ حساب و ہندسہ۔ اور علوم مین نہایت کامل تھی۔ اس کا خط
" بھی نہایت پاکیزہ تہا۔ اور خلیفہ کی راز کی تحریرین بھی وہی لکھتی تھی کسی کا
" شعر اس لڑکی کے کلام کی بندش اور لطافت کو نہین پہنچتا تہا۔
" اس لڑکی فاطمہ کی انشاپردازی بھی اعلی درجہ کی تھی اور کل علما اس کی داد
" دیتے تہے۔ یہ لڑکی خلیفہ کے لئے کتابین بھی نقل کرتی تھی۔ اور اوس کے
" پاس ایک بیش بہا ذخیرہ علمی اور صنعتی کتابون کا تہا۔
" مریم ایک اور لڑکی علم و شاعری کی تعلیم اشبیلیہ کی خاندانی لڑکیون کو دیا
" کرتی تھی۔ اس کی طرز تعلیم نے بڑی شہرت پائی تھی۔ اور اوس کے مدرسے

"بہت سی لائق لڑکیان تیار ہوکر نکلتی تہین۔ ایک اور لڑکی رضیہ۔ جو نجم السعید
"کے نام سے مشہور تھی شعروسخن اور حکایات مین شہرۂ آفاق تھی۔ خلیفہ
"عبدالرحمن کے انتقال کے بعد اس نے تمام مشرق مین سفر کیا۔ اور ہر جگہہ
"علمائنے اس کی بڑی قدر کی"

"یہان ایک اور جگہہ لکہتا ہے:۔

"اہل یورپ مین سپاہیانہ اخلاق جس کا ایک بڑا جزو عورتون کا برتاو تہا عربون
"سے آیا۔ اور وہ مذہب عیسائی نہ تہا۔ جیسا کہ عموماً سمجہا جاتا ہے۔ بلکہ اسلام
"تہا جس نے عورتون کو اون کی اوس وقت کی گری ہوئی حالت سے ترقی
"دی۔ اور یہی مذہب ہے جس نے ایسا کیا۔ بہت آسانی سے ثابت ہوسکتا
"ہے۔ کہ کل اور مذاہب مین اور کل اور اقوام مین جو عربون سے پہلے تہین۔ عورتون
"کی حالت بہت ہی ابتر تھی"

مسلمان عورتون کا تنزل اس کے بعد یہان اسلامی عورتون کے تنزل کی وجہ
بیان کرتا ہے:۔

"عربون کے جانشینون۔ علی الخصوص ترکون کے وقت مین خلفاء کے پرانے
"تمدن مین انحطاط آیا۔ اور عورتون کا درجہ بھی گہٹ گیا۔ (لیکن اگر ان کی قدر گہٹی
"تو دین اسلام کی وجہ سے نہین بلکہ دین اسلام کے انحطاط کی وجہ سے[۱] (یعنے
"اسلامی حقوق عورتون کو نہ دینے کی وجہ سے)

لیکن افسوس ہے کہ آج ہم ان تمام حقوق کو غیرون کی ملکیت سمجہتے ہین۔ اور
اپنی عورتون کو ان برکتون سے محروم دیکہتے ہین۔ اور اون کے یاد دلانے والون
یورپ کا مقلد بتاتے ہین۔ حالانکہ یورپ خود اعتراف کرتا ہے۔ کہ یورپ کی تاریخ

---

[۱] تمدن عرب۔ از صفحہ ۳۷۲ تا ۳۷۳

مین عورتون کی ترقی اسلامی پرتو کے بعد سے شروع ہوئی۔

عیسائی دنیا مین عورتون کی ذلیل حالت۔

اسلام نے بت پرستی۔ یہودیت۔ اور نیز عیسائیت کے مقابلہ مین عورتون کو جس عظیم الشان پیش قدمی کے ساتھہ تہذیب و شایستگی اور آزادی کے میدان مین بڑھایا اوس کی مثال اسلام کی نشئن سے پہلے نہین ملتی۔ نہ شریعت موسوی نے یہودی عورتون کی اخلاقی و تمدنی ترقی کی تکمیل مین کچھ زیادہ حصہ لیا۔ اور نہ عہد جدید ہی نے اون کی دنیاوی برتری کے لیے کچھہ کیا۔ جو کچھہ ہوا وہ صرف رومتہ الکبریٰ کے قانون کا اثر جبلی طور پر ٹیوٹانک قوم مین عورتون کی تعظیم کرنے کا نتیجہ تھا اور بہ حیثیت مجموعی تہذیب و شایستگی کے صدہا سال کی ترقی کا ثمرہ ہے۔ کہ یورپین ممالک مین عورتون کو اون کی حقیقی عزت و منزلت حاصل ہوئی۔ مشرقی ٹرکی۔ سیریا اور فلسطین مین عیسائی عورتون کی تمدنی و ذہنی حالت ویسی ہی پست ہے جیسی مسلمان یا نیم بت پرست عورتون کی حالت مشرق یا ایشیائی ممالک مین نظر آتی ہے۔

قدیم عیسائی عورتون کی ذلیل حالت پر مشہور مورخ لکی کی شہادت

یہودی اور قدیم عیسائی پیشوایان مذہب۔ انجیل کے احکام کے مطابق عورتون کو تابع و محکوم اور ذلیل و خوار سمجھتے تھے اور اسی خیال کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ چونکہ دنیا مین گناہ کی ابتدا عورت کی بدولت سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے تمام انسانی گناہ اوسی کے سر تھوپے جاتے تھے۔ اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ آپ اپنی ذلت و خواری کی باعث ہے۔ لہذا اسی اغوا کی پاداش مین اوس کو محکومیت عظمیٰ کی سزا دی گئی تھی۔ اور بمقابلہ شوہر کے اوس کے حق مین یہ فتویٰ دیا گیا تھا۔ کہ "مرد تجھہ پر (عورت پر) حکومت کرے گا۔" یہ پیشین گوئی

---

۵۱ "محمد اینڈ محمدن ازم"۔ مصنفہ ریورنڈ بوس ورتھ اسمتھ صفحہ ۲۴۳۔ مطبوعہ لندن بابت ۱۸۷۴ء۔

۵۲ پیدائش۔ باب ۳۔ آیت ۱۶۔

مشرقی ممالک کی عورتون کی حالت پر تعجب انگیز طور سے صادق آئی۔

چنانچہ لکی لکہتا ہے کہ:۔

"عیسوی صدی کے آغاز سے کچہہ دنون قبل مسئلہ ازدواج کے متعلق انسانی "خیالات مین ایک ایسا انقلاب عظیم واقع ہوا جس سے انسان کی روحانی "اور دماغی حالت پر اثر پڑتا ہے۔ . . . عہد عتیق وجدید کے درمیانی زمانہ مین "رہبانیت کا جوش زورون پر تہا۔

"دوسری صدی قبل مسیح مین یہودیون کے ایک متصوف فرقہ اسینز[۱] نے "سب سے پہلے شادی کی معقولیت وصحت پر شبہات قائم کئے۔ اس فرقہ "کے بعض افراد نے تو شادی سے بالکل ہی اجتناب کیا۔ اور بعض نے "بہت کچہہ قیود کے ساتہہ اوس سے فائدہ اوٹہانا جائز رکہا۔ تہراپیوٹ "اور اوس کے بعد ناسٹک[۲] فرقہ نے بہی یہی رائے قائم کی۔ اور رفتہ رفتہ اس کا "اثر عیسائی کلیسا پر ہوا۔ اور ان کرسے نی ٹیز کا تو یہ ایک قابل امتیاز اصول "مذہب قرار پا گیا۔ اور بالاخر اسی انقلاب کی نوبت رہبانیت تک پہنچ گئی۔ "رہبانیت کا ایک بڑا مضر نتیجہ یہ ظاہر ہوا۔ کہ عورتون کی قدر و منزلت گہٹانے "کا ایک عام رجحان پیدا ہو گیا جس مین یہودیون کی قدیم تحریرات کے اثر "کو بہت بڑا دخل تہا۔ ان تحریرون مین ایک منصف مزاج شخص کو مشرقی "عورتون کی بے وقعتی کا ثبوت بخوبی مل سکتا ہے عام طور پر یہ رواج تہا کہ "دلہن کے باپ کو لڑکی کی قیمت ادا کی جاتی تہی۔ تعدد ازدواج بلا کسی تعزیر کے

[۱] مصری یہودیون کا ایک فرقہ جس نے پہلی صدی عیسوی کے اختتام پر تصور خدا میں ثنویت اختیار کی تہی۔ [۲] پہلی تین صدی عیسوی کے ملحدین فرقے۔

لفظ ناکسٹری آف دی بائبل مصنفہ اسمتہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ لندن ۱۸۶۳ء۔

"جائز سمجھا جاتا تھا۔ اور بڑے بڑے عقلا بشدت وکثرت اس پر عملدرآمد کرتے تھے"
"عورت تمام انسانی عیوب کی بانی سمجھی جاتی تہی۔ وضع حمل کے بعد عورت کے"
"پاک ہونے کی میعاد۔ احکام خاص کی روسے لڑکی پیدا ہونے کی صورت مین"
"اوس میعاد سے دوچند قرار دی گئی جو لڑکا پیدا ہونے کی حالت مین"
"معین کی گئی تہی۔"
"ایک یہودی شارح نے بشدومد بیان کیا ہے کہ مردون کی برائی عورتون کی بھلائی سے بہتر ہے"
"یہودیون کی تاریخ کے ابتدائی زمانہ مین عورتون کی عزت و وقعت کا جو"
"نمونہ نظر آتا ہے۔ وہ اوس سے بہت ادنی اور ذلیل ہے۔ جو رومیون کی تاریخ"
"اور یونانیون کی شاعری مین بیان کیا ہے۔"
"عہد عتیق مین سب سے زیادہ تعریف جس عورت کی گئی ہے۔ وہ غالبا وہی"
"عورت ہے۔ جس نے نہایت دغابازی سے اوس سوتے ہوے مفرور"
"شخص کو قتل کیا تہا جس نے اوس کے گہر مین پناہ لی تہی۔"
"یہودیون کی تحریرات اور رہبانیت کے ان خیالات نے۔ کہ عورتین"
"مردون کی گمراہی کا اصلی سرچشمہ ہین۔ عیسائی مقتدایان دین کی تحریرات پر"
"یہ اثر ڈالا کہ انہون نے کہلم کہلا اور نہایت عجیب و غریب اور غضب آلود"
"لہجہ مین عورتون کی مذمت کی اور لطف یہ کہ خاص خاص عورتون کی بہی سرائی"
"بہی کی تھی۔"
"عورت کو جہنم کا دروازہ اور تمام انسانی برائیون کی ماں کہا گیا تہا۔ اور یہ بیان"
"کیا گیا تہا کہ اوس کو محض اس خیال سے شرمانا چاہیئے کہ وہ عورت ہے۔"
"اور ہمیشہ کفارہ ادا کرتے رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اوسی نے دنیا مین تباہی کا بیج"
"بویا ہے۔ اوس کو اپنے لباس سے شرمانا چاہیئے۔ کیون کہ یہ اوس کی لغزش

"کی یادگار ہے۔ اوس کو خصوصاً اپنے حسن سے مجوب ہونا چاہیے۔ کیونکہ
"یہ شیطان کا زبردست جال ہے۔ عیسائی مقتدیان دین نے ہمیشہ جسمانی
"حسن پر لعنت کی ہے۔ لیکن اس کلیہ مین ایک تعجب خیز استثنا بھی
"نظر آتا ہے کہ قرون متوسط کے بشپون کا حسن اون کے مقبرون پر لکھا جاتا تھا
"چھٹی صدی عیسوی مین مقامی کونسلون نے عورتون کو ناپاک تسلیم کر کے
"یہ حکم صادر کیا تھا۔ کہ عورتین "عشا ربانی" کے متبرک کھانے کو اپنے ناپاک ہاتھ
"نہ لگانے پائین۔ غرضکہ عورتین ہمیشہ حقیقی محکومیت کی حالت مین رکھی
"جاتی تھین۔

"اس مین شک نہین۔ کہ اس تعلیم نے عورتون کے متعلق اصول قوانین
"وضع کرنے مین بھی اپنا اثر ڈالا۔ رومیون کے سلطنت کے زمانہ مین بت
"پرستون کا قانون عورتون کی قدیم ناقابلیت کو ہمیشہ منسوخ کرتا رہا۔ کانسٹنٹائن
"کے زمانہ سے جسٹینین کے زمانہ تک ہمیشہ قانون کی رفتار نہایت شدومد کے
"ساتھ عورتون کی تائید مین رہی۔ اور رومیون کے علاوہ دوسری اقوام کے
"قدیم قوانین نے بھی اون کی تائید کی۔ تمام فیوڈل قوانین (۹ وین صدی سے
"۱۳ وین صدی تک) مین عورتون کی قانونی حیثیت بت پرستون کے قوانین
"سے بہت کم رکھی گئی تھی۔ کیتھولک فرقہ کے اصول مذہب نے عورتون
"پر محکومی اور طلاق کی جو قیود لگائین تھین اون کے علاوہ بہت سے ایسے
"قوانین بھی جاری کئے تھے جن کی رو سے عورتون کو کسی معقول جائداد پر
"قابض ہونا محال تھا۔ اور سوا اسکے اس کے اور کوئی چارہ نہین تھا۔ کہ یا نکاح
"کرین اور یا رہبانیت مین زندگی بسر کر دین۔

قانون مین عورتون کی کامل محکومیت قایم رہی اور اب وہ عام فیاضانہ

"جوش بھی بالکل نیست و نابود ہوگیا۔ کہ اگر لڑکیان اپنے باپ کی جائداد سے محروم رکھی
"جاتی تہین۔ تو روم مین اس ناانصافی پر اکثر بغاوت ہوجایا کرتی تھی۔ جہان
"تہین دنیاوی قوانین کی بنیاد کلیسا پر رکھی گئی ہے۔ وہان یہ بھی نظر آئے گا
"کہ بیٹیان اور بیبیان حقوق وراثت سے محروم کردی گئی ہین۔ اور عام خیالات
"ان قوانین کے اثر سے اس قدر متاثر ہین کہ گزشتہ صدی کے آخر تک ان اصول
"کے قلع وقمع کرنے مین کوئی اہم کوشش نہین کی گئی۔

"فرانس کے انقلاب پسند اصحاب نے اگرچہ سائنس[۵۱] اور کان ڈرسہ[۵۲] کی تجاویز
"کے مطابق عورتون کی قانونی حریت و آزادی پسند نہین کی۔ لیکن تاہم اونہون
"نے قانون وراثت مین بیٹے اور بیٹی کو مساوی حق دیا۔ اور اس طرح قانون
"اور عام خیالات مین بہت بڑی اصلاح کی۔ اور یہ اصلاح اس قابل ہے کہ
"اوس کو جلد یا بدیر تمام دنیا مین پہیل جانا چاہیئے"[۵۳]

یہ مہذب یورپ جو اپنی ابتدائی تاریخ مین کلیسا کی حکومت کا غلام تہا۔
اور جہان رومی قانون اس درجہ خراب حالت مین تہا۔ کہ اون کے مذہبی
پیشوا عورت مین کسی زندہ روح ہی کے ہونے سے انکار کرتے تہے جب
وہان ۵۸۶ء مین فرانس کے ایک شہر ماکن مین ایک مجلس کے سامنے یہ مسئلہ
پیش کیا گیا۔ تو ایک طول طویل مناقشہ اور مباحثہ کے بعد یہ امر فیصل ہوا
کہ عورت انسان تو ہے۔ مگر مرد کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ لہذا
ضرور ہے کہ وہ مرد کی حکومت مین زندگی بسر کرے۔ اور صرف ایک ہی
مرد کی حکومت مین نہین۔ بلکہ بہت سے مردون کی حکومت مین۔ یعنے نکاح

---

۵۱ فرنچ اسٹیٹس مین ۱۷۲۷-۱۷۸۱ء ۵۲ فرنچ فلاسفر ۱۷۴۳-۱۷۹۴ء
۵۳ ہسٹری آف یورپین مارلس فرام آگسٹس ٹو شارل مین" مصنفہ لکی جلد ۲ فصل ۵ صفحہ ۳۴۴-۳۴۳

سب سے قبل باپ کی حکومت نکاح کے بعد خاوند کی حکومت۔ خاوند کے مرنے کے بعد بیٹون کی حکومت۔ اور اگر بیٹے نہون تو خاوند یا بیوی کے مرد رشتہ دارون کی حکومت اوس پر ضرور قایم ہونا چاہیئے۔ غرضکہ اوس کو کسی طرح یہ حق نہین تہا کہ وہ اپنے نفس پر تصرف کر سکے۔ نہ اوسکو یہ حق تہا کہ شہادت دے سکے۔ نہ وہ اس حق کی مستحق سمجھی جاتی تہی۔ کہ اپنی چہوٹی اولاد کی وصی ہو سکے۔ نہ وہ اس بات کی اہل خیال کی جاتی تھی کہ کسی معاملہ مین حکم بن سکے۔ البتہ سوئٹزرلینڈ کے بعض شہرون مین اس کا وجود ملتا ہے کہ وہان دو عورتون کی شہادت ایک مرد کے ہم وزن ہوتی تھی۔

گیارہوین صدی عیسوی مین یورپ مین ایک گروہ پیدا ہوا جس نے باہم اس بات پر معاہدہ کیا تہا کہ جو باتین عورتون کے لاچار اور مقید رکہنے کی ہین۔ یا جن سے کمزور لوگ تکلیف پاتے ہین۔ اون کے رفع کرنے مین کوشش کرین [۱]۔ لیکن اس خفیف حرکت کا کوئی اثر عورتون کی ترقی پر نہین پڑا۔ چنانچہ ایک فرانسیسی عورت میڈم زیل کہتی ہے۔ کہ ”عورتون کی تذلیل و تحقیر کے خیالات یورپ کے ہر فرقہ مین خواہ وہ رومن کیتہولک ہون۔ یا پراٹسٹنٹ۔ یا اور آزاد منش لوگ سترہوین صدی تک قائم رہے۔“

برلاتورلاندری نے چودہوین صدی عیسوی مین سب سے اول ایک کتاب عورتون کی تہذیب و شائستگی پر تصنیف کی جس کا نام کتاب الشفاء“ تہا۔ وہی فرانسیسی عورت اس کتاب کی نسبت لکھتی ہے کہ: ”اس کتاب مین جو سب سے اہم بات لکھی گئی ہے وہ یہ ہے۔ کہ عورت کو ہر وقت اپنے خاوند سے ڈرنا چاہیئے۔ اور ہر خطا و صواب مین اوس کی مطیع رہنا چاہیئے۔“

---

[۱] نظم الممالک۔ صفحہ ۱۵۰۔

سولہوین صدی عیسوی تک صرف اس بات پر مباحثہ ہوتا تہا۔ کہ عورت نوع انسان مین بہی داخل ہے یا نہین۔ ارباب کنیسہ عورتون کو ہر قسم کے لذائذ سے محروم رکہنے کی ہدایت کرتے۔ اور صرف ساگ پات کہانے کی اجازت دیتے تہے بوتی سیکہنے سے منع کرتے تہے۔ غرضکہ شوہر کی اطاعت کے سوا دنیا کے ہر کام سے روکتے تہے۔ علوم و فنون کو عفت کا خراب کرنے والا سمجہتے تہے۔ روسو جو فرانس کا ایک بڑا شخص تہا اوس کے خیالات بہی اسی قسم کے تہے۔ حتی کہ ان قوانین کے آثار یورپ کے اکثر شہرون مین آجتک باقی ہین [۵]

اس کی وجہ بجز اس کے اور کچہہ نہین۔ کہ حکومت کی ابتدائی ساخت خاندانی حکومت کے خاکہ پر بنائی گئی تہی۔ اور جس حکومت کی بنیاد شخصی اور خودغرضانہ اصول پر رکہی گئی ہو۔ اوس سے کسی طرح یہ امید نہین کی جاسکتی کہ عورت اپنے حقوق اور حریت کو حاصل کرسکے۔ غرضکہ یورپ نے جو کچہہ اپنی عورتون کے حق مین ترقی کی ہے اوس کی بنیاد انیسوین صدی عیسوی مین پڑی ہے۔

دنیا مین اس وقت تک جس قدر سیاسی حکومتین وجود پذیر ہوئی ہین اونمین سب سے پہلے خودغرضانہ شخصی حکومت کی بنیاد پڑی اور سب سے پہلے اضمحلال بہی اسی نوع کی حکومت مین پیدا ہوا اور ایک مدت دراز تک مغربی ممالک مین حکومت کرکے پسپا ہوئی۔ اور اوس کی جگہہ ایسا سیاسی نظام قایم ہوا جس کی بنیاد اس اصول پر رکہی گئی۔ کہ حکمران شخص کو رعایا کی جان اور مال پر صرف اوسی قدر حقوق ہین جن کو قوانین ملکی نے اوس کے لئے جائز رکہا ہو۔ لیکن مشرقی ممالک کی گردنون پر ابہی تک شخصی حکومت کا جوا قایم ہے۔ اور ہزارہا سال سے بلا کسی تغیر کے چین۔ ہند۔ عرب۔ ٹرکی۔ اور عجم ایک حالت پر شخصی حکومت کرتے چلے

---

[۵] باکورۃ الکلام۔ صفحہ ۹۵۔ مطبوعہ قاہرہ۔

آرہے ہین۔ اور اسی شخصی حکومت کا یہ اثر ہے۔ کہ ان ملکون کے خاندانی انتظام مین بھی شخصیت اور خود مختاری پائی جاتی ہے۔ اور عورتون کو کوئی آزادی اور حقوق حاصل نہین ہین۔

تمام دنیا مین حالت سیاسی اور حالت خانہ داری مین ایک گہرا تلازم ہے۔ یعنی جہان کہین مرد نے عورت کا درجہ گہٹایا ہے۔ اور اوس کے ساتھہ غلامانہ سلوک کیا ہے۔ وہان خود مرد نے اپنی عزت بھی کہو دی ہے۔ اور اپنے نفس مین سے بھی حریت کا احساس باطل کر دیا ہے۔ لیکن اس کے برعکس جہان عورتین اپنی حق سے متمتع پاتی جاتی ہین۔ وہان مرد بھی اپنے پولٹیکل حقوق اور حریت سیاسی سے فائدہ اوٹھاتے ہین۔ ان دونون حالتون مین اس قدر گہرا اور کامل تعلق ہے جس سے کوئی انکار نہین کر سکتا۔

لیکن اتنا سوال ہو سکتا ہے۔ کہ ان دونون حالتون مین کس نے دوسری حالت کو پیدا کیا ہے ؟

کوئی ایک حالت متعین نہین کی جا سکتی۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ یہ دونون حالتین کام کرتی ہین۔ اور ایک دوسرے پر اپنا اثر ڈالتی ہین۔ یعنے حکومت کی ساخت آداب منزل مین موثر ہے۔ اور آداب منزل حالت اجتماعی اور سیاسی پر اثر کرتے ہین۔

ذرا ممالک مشرقی پر نظر ڈالو۔ اور دیکھو۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اگر عورت مرد کی غلامی مین ہے۔ تو مرد بھی حکومت کی غلامی مین ہے۔ اگر وہ گہر کی حکومت مین ظالم ہے۔ تو باہر مظلوم ہے۔ اس کے بعد یورپین ممالک پر غور کرو تو صاف نظر آئیگا۔ کہ یورپین حکومتون کی بنیاد حریت اور شخصی حقوق کی نگہداشت پر رکہی گئی ہے۔ لہذا ان ممالک مین عورت کی پوزیشن بھی فکر و عمل کے اعتبار سے اعلی درجہ پر نظر آتی ہے۔ اگرچہ

وہان بھی وہ ابھی تک اپنی ترقی کے درجہ موعود پر نہین پہنچی ہین۔

امریکہ مین عورتون کی ترقی کی رفتار

اس کے بعد اگر امریکہ کے متمدن شہرون پر نظر ڈالی جاسئے۔ تو معلوم ہوگا کہ وہان مرد اپنی شخصی زندگی مین کامل و مستقل بالذات ہین اور حکومت کی مداخلت لوگون کی انفرادی زندگی سے بالکل اوٹھتی جاتی ہے اور اس بناپر عورتون کی حریت بھی بمقابلہ یورپ کے امریکہ مین زیادہ نظر آتی ہے۔ یہان تک کہ مرد عورت شخصی زندگی مین تو بالکل مساوی حقوق رکھتے ہین اور بعض مقامات پر پولٹیکل حقوق مین بھی دونون کو درجہ مساوات دیا گیا ہے۔

امریکہ کے شہر یومنگ مین ۱۸۶۹ء سے عورتون کو یہ حق دیا گیا ہے۔ کہ پولٹیکل خدمات کے انتخاب کے وقت وہ بھی اپنی راے دے سکتی ہین۔ اس مقام پر ہم امریکہ کے پریسیڈنٹ مسٹر سوشاسپل کی وہ راے نقل کرتے ہین۔ جو اوس نے اس قانون کے جاری ہونے کے دو سال بعد اپنی ایک پبلک اسپیچ مین ظاہر کی تھی۔ اوس نے کہا کہ:۔

"عورتین دو سال سے باجازت قانون اپنے پولٹیکل حقوق برابر استعمال کررہی "ہین۔ اونہون نے خود اپنا پریسیڈنٹ منتخب کیا ہے اوس کو آپ اپنا نائب "بنایا ہے۔ اونہون نے محکمہ قضا مین بھی نشست کی ہے۔ اور اور بھی "پبلک کامون کو انجام دیا ہے۔ انصاف کی رو سے اگر دیکھا جاسئے۔ تو ہم کو "اعتراف کرنا چاہیئے۔ کہ عورتون نے اپنے جدید فرائض کو نہایت متانت سے "وقار۔ ثبات عقل۔ اور ذوق سلیم کے ساتھہ بالکل اوسی طرح انجام دیا "جس طرح مرد انجام دیتے ہین۔"

اس قلیل زمانہ کے تجربہ سے عورتون کے ذاتی جوہر و قابلیت پر کوئی

"کافی دلیل نہین قایم کی جاسکتی کہ وہ کہان تک ملکی معاملات انجام دینے کی استعداد
"رکھتی ہین۔ لیکن یہ تہوڑی سی مدت بھی اس بات پر مجبور کرتی ہے۔ کہ عورت
"کی فطرت کی نسبت حسن ظن قایم کیا جاے۔ اگر اون کی یہہ قابلیت برابر اسی
"طرح ظاہر ہوتی رہی۔ تو معاملات ملکی مین اون کی مداخلت ہمیشہ کے لئے
حق رکھتی ہے۔

اسی پریسیڈنٹ نے چار سال کے تجربہ کے بعد اپنی راے دوبارہ
ان لفظون مین ظاہر کی:۔

"آج چھہ سال سے ہم عورتون کو اپنے پولٹیکل حقوق استعمال کرتے مین
"آزمارہے ہین۔ اس سے پہلے جلسہ مین بھی مین نے اپنی راے بیان
"کی تھی۔ اور اون فوائد کی تصریح کی تھی۔ جو اوس تہوڑے سے زمانہ کے
"تجربہ نے ثابت کئے تھے۔ اور آج پھر کہتا ہون۔ کہ جو کچھہ اس چار سال کے
عرصہ مین مین نے مشاہدہ کیا ہے۔ وہ مجکو کامل اطمینان دلاتا ہے کہ ہم نے
"عورتون کو حق انتخاب دینے مین صحیح اور مفید اصول اختیار کیا ہے اور اس
"مساوات نے جو عورت مرد کو پولٹیکل حقوق مین دی گئی ہے۔ ایسی پوری
"کامیابی حاصل کی ہے۔ جس سے کسی کو انکار کرنے کی گنجایش نہین"

اس اسپیچ کے دو سال بعد دوسرا پریسیڈنٹ جنرل ٹائر منتخب ہوا
اوس نے اپنی اسپیچ مین عورتون کے متعلق ان الفاظ مین اپنی راے
ظاہر کی:۔

"آج آٹھہ سال سے ہمارے ملک مین عورتین اپنے پولٹیکل حقوق سے
"فائدہ اوٹھاتی چلی آرہی ہین۔ اور ہر روز باشندگان ملک کے دلون مین عورتون
"کا وثوق و اعتبار روبہ ترقی ہے۔ میری راے مین یہہ نتیجہ نہایت عمدہ مترتب

"ہوا ہے۔ اور اس سے ہمارے مصالح ملکی کو مفید مدد ملیگی"
اس کے پانچ سال بعد ۲۱ نومبر ۱۸۹۳ء کو امریکہ کے دوسرے پریسیڈنٹ
جان وائٹ نے اپنی اسپیچ مین کہا :۔
" تمام دنیا مین یومنگ ہی ایک ایسا شہر ہے۔ جہان عورتین بلا کسی تفریق کے
" اون پولٹیکل حقوق کو استعمال کرتی ہین۔ جن کو مرد استعمال کرتے ہین۔ ہماری
" قوم کی اس پیش قدمی نے جو سراسر حق پرستی اور انصاف پر مبنی ہے۔ اور
" جو ایک پرانی غلطی کی اصلاح کرتی ہے۔ تمام دنیا کی نظرون کو ہماری طرف
" اوٹھا دیا ہے۔ اگر ہمارے حریف یہ کہین کہ ہم کو اس تجربہ مین اور زمانہ
" صرف کرنا چاہئیے۔ تو ہم سب جانتے ہین کہ ہم اس مرحلہ کو طے کر چکے ہین۔
" مین اس موقع پر یہ کہنا بھی چاہتا ہون۔ کہ ملکی کاروبار مین مردون کے
" ساتھہ عورتون کے شریک ہونے سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ ہمارے موجودہ قوانین
" بہ نسبت گزشتہ قوانین کے نہایت عمدہ ہو گئے ہین۔ کارگزار عہدہ دارون کی
" تعداد بھی بڑہ گئی ہے۔ ہماری حالت اجتماعی ترقی کے اس درجہ پر پہنچی ہے
" کہ کوئی دوسرا ملک اوس کا مقابلہ نہین کر سکتا۔ اور وہ تمام مشکلات و مصائب
" جن کے نازل ہونے سے ہمکو ڈرایا جاتا تہا۔ کہ عورتین اپنی شرم کہو بیٹھین گی۔
" انتظام خانہ داری درہم برہم ہو جائے گا۔ اون کا وجود مخالفین کے ذہنون
" کے سوا اور کہین نہین پایا گیا۔ عورتون کی ایک بہت بڑی جماعت نے اپنے
" حقوق کی کافی قدر کی۔ اور اون کو عمدہ طور سے استعمال کرنا اپنا ایک ملکی اور
" وطنی فرض سمجہا۔ غرضکہ مین یہ کہنے پر مجبور ہون۔ کہ بارہ برس کے کامیاب
" تجربہ نے ہمارے دلون مین یہ بات اچھی طرح جما دی ہے۔ کہ عورت کو مرد کے
برابر حقوق دینے مین کچہہ مناقشہ نہین کیا جا سکتا۔ یہی باتین ہماری حالت

"اجتماعی کو معراج کمال پر پہنچانے والی ہونگی - اور ہمارا شہر یومنج ایک ایسا نشان"
"بن کر چمکیگا - کہ تمام دنیا اپنی رفتار زندگی مین اوس سے ہدایت لیگی"
"اور بھی ہدایت اوس کو حریت کے درجہ تک پہنچاے گی -"
ان بڑے بڑے تجربہ کار لوگون کی راے نقل کرنے کے بعد کسی
اور راے کے پیش کرنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی - مگر یہ بتلا دینا
ضرور ہے کہ ۱۸۶۹ع کے قانون پر یومنج مین اس وقت تک عملدرآمد چلا
آرہا ہے - اور امریکہ کے اور تین شہرون یعنی آوٹا - کولوراڈو - اور ایڈاہو
نے بھی یومنج کی ہدایت پر اپنی عورتون کو ہر قسم کے پولٹیکل حقوق عطا کئے ہین -
لیکن امریکہ کے اور باقی شہرون مین عورتون نے ابھی تک پولٹیکل حقوق حاصل
نہین کئے - جو لوگ امریکہ کی پبلک اوپی نی ین یعنی عام راے کے رجحان پر
اطلاع رکھتے ہین - وہ اس زمانہ کو نہایت قریب خیال کرتے ہین جب کہ
امریکہ کی کل عورتین اپنے پولٹیکل حقوق سے متمتع نظر آئینگی - امریکہ اور و
مدبرین کی رائین نہایت غور کے قابل ہین -
یونائٹیڈ اسٹیٹس امریکہ کی پارلیمنٹ کا ممبر مسٹر سمپلون کہتا ہے :-
ہمارے بڑے بڑے شہرون مین جو فسق و فجور پھیلا ہوا ہے - اس کی
نسبت میرا کامل یقین ہے - کہ جب تک عورتون کو حق انتخاب نہین دیا جاے گا
اوس وقت تک اوس کی بیخ کنی ناممکن ہے -
ایک دوسرا ممبر پارلیمنٹ جیلیر ناگیہ کی راے ہے :-
"پولٹیکل معاملات مین جو اخلاقی کمزوریان دیکھی جاتی ہین - اون کی اصلاح
"بجز اس کے کہ عورتون کو انتخاب مین شریک کیا جاے - اور کسی طرح
"نہین ہو سکتی - اس لئے کہ ہم سب کو معلوم ہے - کہ لوکل کمیٹی مرکز انتخاب

"ہوتی ہے۔ اور وہی ایک ایسی اکیلی جگہہ ہے۔ جہان عورتین داخل نہین ہوتین"
شاید لوگ اس پر تعجب کرین گے۔ کہ امریکہ کے مردون نے یہ رائے
کس اصول پر قایم کی ہی کہ اصلاح بدون عورتون کی مدد کے ہو ہی نہین سکتی۔ اس تعجب
کے دور کرنے کے لئے ہم ایک اور دوسری رائے نقل کرتے ہین۔ جو سنہ ۱۸۹۲ع
مین یورپ کے ایک معزز اخبار مین شایع ہوتی تھی۔ اور جس کا لکھنے والا ایک
جج مسٹر جان لینج مین تھا۔ وہ کہتا ہے:-
"پبلک کامون مین عورتون کے شریک ہونے سے قبل مرد جب کسی
"جگہہ جمع ہوا کرتے تھے۔ تو ایک مرد کی جیب بھی ریوالور سے خالی نہین ہوا
"کرتی تھی۔ اور حاضرین مین سے اگر کسی مین خفیف سی نزاع بھی ہو جاتی تھی۔ تو عادۃً
"اوس کا انجام یہ ہوتا تھا۔ کہ یا تو کوئی قتل واقع ہوتا۔ یا کوئی مجروح ہوتا۔ جوری اکثر و
"بشیتر ایسے مجرمون کو بری کر دیتی تھی۔ لیکن جب سے محکمۂ قضا مین مردون کے
"کے ساتھہ عورتین بھی شریک ہوئی ہین۔ اوس وقت سے اس قسم کے مجرمون کو
"برابر سزا دی جانے لگی۔ اسی طرح جوری اون مناقشات مین بھی کوئی سزا ضروری
"نہین سمجھا کرتی تھی جو حالت نشہ یا قمار بازی اور فحش کے متعلق پیدا ہوا کرتے
"تھے۔ لیکن عورت کی شرکت کے بعد سے جوریون کا یہ طرز عمل بھی بالکل بدل گیا ہی
"اور نیز پبلک کامون مین عورتون کی شرکت سے یہ نتیجہ نکلا ہے۔ کہ اب ہم ان تمام
"پبلک جلسہ گاہون کو بہ نسبت پیشتر کے۔ انتظام اور وقار و ادب سے پر دیکھتے ہین
"عورتون نے پبلک خدمات مین مصروف ہوکر خانگی فرائض سے بھی چشم پوشی نہین
"کی۔ اور نہ میرے پاس آجتک یہ خبر پہنچی۔ کہ کسی خاوند نے اپنی بیوی کی شکایت
"اس بنا پر کی ہو۔ کہ وہ پبلک کامون مین دلچسپی لینے کی وجہ سے فرائض منزلی سے
جان چرانے لگی ہے۔ اور نہ مین نے آجتک کسی میان بیوی مین پولیٹکل اختلاف

"آزادی کی وجہ سے کبھی کوئی جھگڑا یا شکر رنجی سنی ہے۔ اس لئے کہ مین بہت سے
"ایسے خاندانون کو جانتا ہون جن مین بیوی ایک پارٹی کی طرفدار ہے
"تو میان دوسرے گروہ کا حامی ہے"
"علاوہ اس کے یونائیٹڈ اسٹیٹس امریکہ کے تمام شہرون مین عورتون کو
پبلک حقوق مین کثرت کے ساتھہ حصہ دیا گیا ہے۔ وہ قانون پیشہ کی حیثیت
سے تمام عدالتون مین جا سکتی ہین کانساس۔ یونیج۔ کولمبیا شیلی۔ اور زیلنڈ
"وغیرہ شہرون مین عہدہ قضا یعنے ججی کی خدمت پر بھی دیکھی جاتی ہین۔ بہت سی
"محکمہ سفارت مین متعین ہین۔ محکمہ خارجی و داخلی اور ملیٹری ڈپارٹمنٹ مین بھی
"عورتین کثرت سے پائی جاتی ہین۔ ان کے علاوہ جو عورتین معمولی منشی گری
"کرتی ہین۔ یا مذہبی خدمات انجام دیتی ہین۔ یا مہندس ہین۔ یا جو اخبارون کی
"اڈیٹر ہین۔ یا رصدخانون۔ ڈاک خانون۔ اور تارگھرون مین نوکر ہین۔ اون کی
"تعداد بے شمار ہے۔ عورتین محکمہ تعلیمات مین دوسرے تمام مشغلون سے زیادہ
مصروف دیکھی جاتی ہین، چنانچہ مدارس ابتدائی مین اون کی تعداد نوے
فی صد تک پہونچی ہے۔

ایک مشہور فرانسیسی مصنف موسیو بوال بورجیا اپنے سفرنامہ امریکہ مین
وہان کی عورتون کی نسبت لکھتا ہے :-

جب مین امریکہ کے ایک کالج کی سیر کو گیا تو مین نے لڑکیون کو لڑکون کی ساتھ ایک جگہہ
پڑہتے دیکھا اور اُستاد جو تعلیم دے رہے تھے اُن مین بھی بلا کسی تفریق کی عورت مرد شریک
تھے جب مین لیبورٹیری (کسی علمی مسئلہ کو بذریعہ آلات کے عملی صورت مین
دکھانے کی جگہہ) مین گیا تو وہان بھی مین نے لڑکیون کو آلہ میکرااسکوپ پر
جھکا ہوا دیکھا۔ اور اون کے قریب ہی جوان جوان مرد طالب علمون کو دیکھا۔

" لڑکے اور لڑکیان اس وقت کسی مسئلہ علم تشریح کی تحقیق مین مشغول
" تہے- امریکہ مین بہت سی عورتین آپ کو ایسی ملین گی- جن کے نام کے ساتہ
" ہی یہ بہی معلوم ہوگا- کہ وہ کسی اخبار کی اڈیٹر ہین- اگر آپ کو کسی مشہور اور لایق
" ڈاکٹر کی ضرورت ہو، تو اس طبقہ مین بہی عورتون کی تعداد تقریباً مرد ڈاکٹرون کی برابر ملیگی-

امریکہ مین عورتون کی ترقی حالت کے ثبوت مین اوس فہرست کا پیش کردینا کافی ہے
ہے- جو ۱۸۹۰ء مین وہان کے اخبارون مین شایع ہوتی تھی- اوس کے دیکھنے سے
معلوم ہوتا ہے- کہ امریکہ مین- سنہ مذکور مین صرف وہ عورتین جو علمی اور ادبی شغلون
مین مصروف تہین- اون کی تعداد ۵۰ فی صدی تھی- تجارتی شاخون مین ۶۳ فی صدی
اور صنعت و حرفت مین ۶۲ فی صدی- اس کے بعد ان اعداد مین بلانتہا اضافہ ہوا ہے-
انگلستان مین عورتون کی ترقی- اس کے بعد اگر ہم انگلستان پر نظر ڈالین- تو وہ اس خصوص
مین یورپ کے دوسرے ملکون کی بہ نسبت- امریکہ سے بہت زیادہ مشابہت
رکہتا ہے- اور وہان بہی علمی اور صنعتی اشتغال مین عورتون کی تعداد امریکہ سے کسی
طرح کم نظر نہین آتی- انگلستان کی مردم شماری کے سبب سے آخری تختون پر نظر ڈالنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ملین عورتین علمی اور ادبی شغل رکہتی ہین- اور تین ملین تجارت
و صنعت مین مصروف ہین-

انگلستان مین عورتون کو یہ حق بہی دیا گیا ہے کہ وہ لوکل کمیٹیون- تعلیمی انسٹیٹیوشنون
رفاہ عام اور خیراتی مجلسون کے لئے منتخب کی جاسکین- یہان تک کہ انگلستان
کی مستعمرات کیپ کینیڈا اور آسٹریلیا کی عورتین بہی اس حق سے محروم نہین ہین-
لیکن انگلستان مین عورتون کو پولٹیکل حقوق دینے کا مسئلہ ابہی تک زیر غور و
بحث ہے- پولٹیکل حقوق کا سب سے پہلا مطالبہ- جو ۱۸۶۶ء مین انگلش عورتون
کی طرف سے ہوس آوف کامنس مین پیش ہو- اوس پر چہہ لاکہہ عورتون کے

دستخط تہے۔

۱۸۶۷ء مین سب سے پہلا رزولیوشن عورتون کو پولٹیکل حقوق دلانے کی
نسبت انگلستان کے ہاوس آف کامنس مین پیش ہوا۔ حسن اتفاق سے اس رزولیوشن
کو پیش کرنا۔ اور ہاوس مین اوس پر جو اعتراض کیئے جائین اونکی مدافعت کرنا مشہور
عالم جان اسٹوارت مل نے اپنے ذمہ لیا تہا چنانچہ بل کو اوسی وقت اس رزولیوشن
کی تائید مین اسّی ووٹ ملے۔ ان ووٹ دینے والون مین دو مشہور شخص امبرلی
اور گلیڈاسٹون بھی شریک تہے۔ یہی رزولیوشن ۱۸۷۲ء مین دوبارہ ہاوس آف کامنس
مین پیش ہوا۔ اور ۱۵۹ ووٹ اس کی تائید مین آے ۱۸۷۳ء مین اس رزولیوشن
نے ۱۷۲ ووٹ حاصل کیئے۔ ۱۸۹۷ء تک یہ رزولیوشن وقتاً فوقتاً ہاوس آوف
کامنس مین پیش ہوتا رہا۔ اور ہمیشہ زیادہ ووٹ حاصل کرتا گیا۔ یہان تک کہ ۱۸۹۷ء
مین مجارٹی اس کی تائید پر ہوئی۔ اور ہاوس نے اس کو پاس کر دیا۔ اور اس کے
نفاذ مین صرف اتنی کسر باقی رہی کہ ہاوس آف لارڈ سے بھی پاس ہو جائے۔

فرانس مین عورتون کی ترقی

فرانس مین ابھی عورتین اس اعلی شان کی مستحق نہین سمجھی گئین۔
جو عورتین علمی مشاغل مین مصروف ہین اون کی تعداد بہت کم ہے۔ اور ملکی خدمات
مین صرف ڈاک خانہ۔ ٹیلیگراف۔ اور ٹیلیفون تک اون کی مداخلت منحصر ہے۔ لیکن
فرانسیسی عورتون نے تجارت کی طرف خصوصیت سے توجہ کی ہے۔ فرانس کا ایک
بہت بڑا مشہور شاعر وکٹر ہیوگو فرانس کی عورتون کی ترقی کی طرف سے مایوس ہوکر
کہتا ہے کہ "اٹھارہوین صدی نے مردون کے حقوق قایم کیئے ہین۔ اور انیسوین
صدی عورتون کے حقوق قایم کرنے مین کامیاب ہوگی"۔ لیکن انیسوین صدی
ختم ہو چکی ہے۔ اور فرانس کے مرد عورتون کے متعلق جن اصلاحون کے خواہشگار
ہین۔ اون مین سے ابہی تک کوئی بڑی خواہش پوری نہین ہوئی۔ البتہ گزشتہ

بارہ سال مین فرانس نے اس مسئلہ مین اتنی پیش قدمی ضرور کی ہے۔ کہ اس نے عورتون کو تجارتی مجالس مین حق انتخاب دیا ہے۔ اور ۱۸۹۹ء مین یہ قانون نافذ ہوا۔ کہ عورتین وکالت کرسکتی ہین۔

یورپ کے دوسرے ممالک مین عورتون کی حالت فرانس سے کچھہ زیادہ مختلف ہے۔

روس مین عورتون کی رفتار زندگی سلطنت روس کا موقع جغرافیائی اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ وہان مشرقی ممالک کا بہت کچھہ اثر پایا جائے۔ اسی بنا پر دیکھا جاتا ہے۔ کہ وہان کی اعلی اور متوسط طبقہ کی عورتین مشرقی عورتون کی طرح اپنی زندگی کا بہت ساحصہ حجاب اور علیحدگی مین گزارتی ہین۔ تعلیم و تربیت سے محروم ہین۔ اون کے تمام حقوق اون کے شوہرون اور اولیار کی مہربانی اور مرضی پر موقوف ہین۔ ۱۷۰۵ء مین پیٹر اعظم شہنشاہ روس کے مبارک زمانہ مین ان رسوم بد کی بیخ کنی ہوئی۔ پیٹر اعظم نے فرمان جاری کیا کہ پردہ کی رسم دفعتہً اوٹھادی جاوے۔ پیٹر اعظم کے ۲۷ برس بعد۔ جب ملکہ کیتھرائن دوم۔ جو آرٹ اور لٹریچر کی بہت شایق تھی ۱۷۹۲ء مین روس کی ملکہ ہوئی۔ تو اوس نے پیٹر کی تمام اصلاحون کو پہر زندہ کیا۔ علاوہ اور کارنامون کے ۱۷۶۲ء سے ۱۷۹۶ء تک تعلیم کو رعایا کے تمام طبقون پر عام کیا۔ اور لڑکیون کی تعلیم و تربیت کے واسطے کثرت سے مدارس قایم کئے۔

الگزنڈر اول آزادی کو بالکل ناپسند کرتا تہا۔ چنانچہ ۱۸۰۱ء مین اوس کے تخت نشین ہوتے ہی روس کی یہ رفتار ترقی بالکل رک گئی۔ لیکن ۱۸۵۵ء سے جب الگزنڈر دوم کا زمانہ شروع ہوا۔ تو یہ رفتار ترقی پہر شروع ہوئی۔ الگزنڈر دوم کے دل مین اپنے ملک کی ترقی کا خاص جوش تہا۔ اوس نے ایک لخت

مردون پر سے بھی غلامی کا طوق اوٹھا دیا۔ اور لڑکیون کی ابتدائی اور اعلی تعلیم کے لئے بھی کثرت سے مدارس قایم کئے۔ جن مین لڑکون اور لڑکیون کو یکسان علوم پڑہائے جاتے تہے۔ اس نوعیت کا سب سے پہلا مدرسہ ۱۸۵۶ء مین کہولا گیا۔ اس رفتار ترقی پر کچہہ بہت زمانہ نہین گذرا تہا۔ کہ گورنمنٹ روس نے اس بات کو محسوس کیا۔ کہ عورتون کی علمی ترقی رعایا کی پولیٹکل حالت اور خیالات پر بہت کچھ اثر رکہتی ہے اور گورنمنٹ کا مخالف گروہ روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے۔ اس احساس کا پیدا ہونا تہا۔ کہ ۱۸۶۲ء مین تمام بڑے بڑے مدارس عورت و مرد دونون کے لئے بند کردئے گئے۔ لیکن عورتون نے ایک مرتبہ علم و حریت کا ذائقہ چکہنے کے بعد پہر جہالت کی تاریکی مین لوٹ جانا بالکل پسند نہ کیا۔ اور وہ علم کی تلاش مین ممالک غیر کے سفر پر آمادہ ہوگئین اور جرمنی و فرانس اور سوئٹزرلینڈ مین جانے لگین۔ ان عورتون نے ممالک غیر مین بیٹہہ کر گورنمنٹ روس کی اس پالسی پر نکتہ چینی شروع کی۔ اور اپنے خیالات اخبارون اور رسالون کے ذریعہ انجمنون مین شریک ہو ہو کر شایع کئے۔ چنانچہ مدرسون کے بند کرنے کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ پبلک کے خیالات مین پہلے سے بھی زیادہ ہیجان پیدا ہوگیا۔ اس شور و شر کے بعد گورنمنٹ نے جب اپنی پالسی پر پہر نظر ڈالی۔ تو اوس کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑا اور مجبوراً ۱۸۸۹ء مین از سر نو یہ مدارس قائم کرنا پڑے۔ اور اس وقت تک برابر ان مدرسون مین روز افزون ترقی ہوتی چلی آرہی ہے۔

یہ ایک مختصر خاکہ تہا عورتون کی تاریخی زندگی کا۔ جس کا خلاصہ ان لفظون مین ہوسکتا ہے۔ کہ اوس ابتدائی زمانہ مین۔ جبکہ انسانیت عالم طفولیت مین تھی۔ عورت کو حریت نصیب تھی۔ اوس کے بعد جب خاندان بنانے کی

نوبت آئی تو عورت پر حقیقی غلامی نازل ہوئی۔ جب انسانیت نے اور تہذیب و مدنیت مین قدم رکہا تو اس حالت غلامی مین بہی کچھ تغیر ہوا، اور عورت کا کچھ حق تسلیم کیا گیا، لیکن مرد نے اپنے طوق غلامی سے اب بہی اوس کو رہائی نہ دی، اور یہ پخ باقی رکہی کہ ان حقوق سے متمتع ہونے کی اجازت نہین۔ اس کے بعد انسانیت نے کمال تہذیب اور مدنیت کے میدان مین قدم رکہا، اور عورت نے اپنی حریت کامل حاصل کی، اور تمام بڑے بڑے حقوق مین کم وبیش، عورت مرد مساوی حالت مین نظر آنے لگے۔ تمدن کی تاریخ مین انسان کی یہ چار حالتین مختلف چار زمانون مین رہی ہین۔

ہندوستان مین عورتون کی تاریخی زندگی کا تیسرا دور ہے، یعنی شرع کی نظر مین اوس کو حریت حاصل ہے، اوس کے حقوق بہی تسلیم کئے گئے ہین، اور اوس پر بہی فرائض عائد کئے گئے ہین، لیکن جس نظر سے خاندان کے سرپرست اوس کو دیکھتے ہین، اور جو سلوک اوس کے ساتھہ کرتے ہین، اوس سے کسی طرح اوسکی حریت ثابت نہین ہوتی، بلکہ وہ ہر قسم کے حقوق شرعیہ سے فائدہ اوٹہانے سے محروم رکہی گئی ہے۔ یہ غلامی کا برتاؤ جس سے عورتون کے حقوق پائمال کئے جاتے ہین، اوس قدیم پولٹیکل غلامی کے لوازمات اور اثرات مین سے ہے، جو ہر وقت ہم کو جہکاتی رہتی تھی، اور ہم چون نہین کر سکتے تہے۔ لیکن باوجودیکہ اس مبارک زمانہ مین پولٹیکل غلامی حالت نزع مین ہے، اور قریب قریب اس درجہ مفقود ہوتی جاتی ہے کہ دوبارہ اوس کے لوٹنے کی امید نہین کی جاسکتی، مگر تاہم ہاسے مرد ابہی تک عورتون پر جابرانہ حکومت جاری رکہنے مین مصروف ہین۔

اس کا سبب بجز اس کے کچھ نہین، کہ ہمارے سیاسی قوانین ہمارے مہذب بننے سے پہلے تہذیب کے اعلیٰ سانچے مین ڈہالے گئے ہین۔ اس لئے کہ قانون

تو یہ کہنا ہے، کہ ہمارے تمام افراد، خواہ مرد ہون یا عورت، اپنی حریت اور حقوق شرعی سے فائدہ اوٹھانے کا برابر حق رکھتے ہین، لیکن ہم مردون کے دلون مین اپنی حریت اور خود مطلبی کی محبت، اور عورتون کے حقوق کی خفت، اوسی سختی سے جمی ہوئی ہے۔ جب ہمارے دلون پر دور ثانی کا اخلاق حکومت کر رہا ہے، اور اوسکے آثار بھی ہمارے افعال سے ظاہر ہو رہے ہین، تو اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے، کہ ہمارے قوانین کسی آزاد قوم کے لئے بنائے گئے ہین، اور ہمارا اخلاق برابر غلامانہ اخلاق پر چلا آرہا ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہین، کہ بہت سے مردون نے علوم جدیدہ بھی حاصل کر لئے ہین، مدرسون کو طے کر کے کالجون اور کالجون کو طے کر کے یونیورسٹیون کو بھی طے کر لیا ہے، بی۔ اے سے ایم۔ اے، اور ایم۔ اے سے فیلو بھی بنتے چلے جا رہے ہین۔ بہتون نے ولایت کی قانونی ڈگریان بھی حاصل کر لی ہین، رومن اور گریک لا پر بھی خوب عبور حاصل کر لیا ہے، شاعری مین بھی شکسپیر اور سعدی وقت بن چکے ہین، بہت سے لوگون نے ملک کی خدمت کرنا بھی اخبار کے ذریعہ سے اپنا فرض قرار دے لیا ہے، اون پر عمدہ عمدہ الفاظ: علمی، اخلاقی اور پولیٹکل بھی لکھتے ہین۔ محب وطن، رفیق ہند، وکیل ہند، مشیر ہند نام رکھہ رکھہ کے، اون سے ہمدردی کی لو بھی پہیلانا چاہتے ہین۔ ملک مین بڑے بڑے سحر بیان لکچرار بھی پیدا ہو گئے ہین، جو ملک کو پولٹیکل آزادی دلانا اپنا فرض سمجھتے ہین، مسائل تعلیمی پر غور کرنے کے لئے بھی بڑے بڑے مدبرین جمع ہونے لگے ہین، قوم کی گذشتہ ترقیون کے ترانے گانے والے بھی کثرت سے پیدا ہو گئے ہین۔ جو ہر وقت قوم کے دلون کو گدازیا بدمست کرتے رہتے ہین، لیکن اس تمام طبقہ اعلٰے کے کان مین جب یہ آواز پہنچتی ہے، کہ "جناب! عورتون کے تمام حقوق غصب ہو گئے ہین، اور وہ انسانیت سے محروم کر دی گئی ہین،

اور خاص عنایت کی محتاج ہین" تو بلا تفریق، ان سب کے منھ سے، ایک سی آواز نکلتی ہے، کہ کیا آپ اون کو قید سے چھڑانا چاہتے ہین؟ یا جہالت کی تاریکی سے نکالنا چاہتے ہین؟ اور بالاخر بہت سے سوال وجواب کے بعد اوسی خیال پر لوٹ جاتے ہین، جو اون کے دلون مین بطور باقیات الصالحات کے جما ہوا ہے، اور صاف کہہ اوٹھتے ہین، کہ وہ اس حق کی مستحق نہین ہین، اور اون کے لئے یہی شایان ہے، کہ جہالت اور دائمی قید مین پڑی زندگی بسر کرین!!!

ہم سناتے ہین جنہین قصۂ دردِ نسوان ہاتھ کانون پہ وہ دہرتے ہین حمایت کیسی

کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ نہایت دشوار گذار ہے، اور اس کے حل کرنے مین سخت توجہ کی ضرورت ہے، اور کثرت سے اختلاف آرا کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے، ؟ اصلی وجہ یہ ہے، کہ حریت کا وجود ہمارے خیالون مین تو ہے، مگر ہم اوس سے محبت نہین رکھتے۔ اور اگرچہ غیرون کے حق کا اعتراف بھی کرتے ہین، مگر درحقیقت ہمارے دلون مین اوس کا کچھ احترام نہین۔ اور نیز اس لئے کہ ہماری انسانیت ابھی اوس دورمین ہے، کہ حریت کے اخلاق سے اُنسیت پیدا کر رہی ہے، اوس کا ایک قدم حریت کی طرف ہے، تو دوسرا غلامی کے دلدل مین۔ اس کشمکش سے خلاصی پانے، اور ہمارے دلون سے غلامی کی بیخ کنی کے لئے، ابھی قرنون کی ضرورت ہے، "بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی"! برخلاف اس کے، یورپین، اقوام کما حقہ حریت کی قدر کرتی ہین۔ اور دوسرون کی آزادی کی بھی ویسی ہی عزت وضرورت سمجھتی ہین، جیسی اپنی آزادی کی۔

یہ اون لوگون کی شان ہے، جو حقیقی فضیلت وعزت کے احساس کا مادہ رکھتے ہین، اور درحقیقت معزز بھی وہی ہین، جو فضیلت وبرتری کی قدر اوس کے ہر موقع ظہور پر کرتے ہین۔ چنانچہ فرانس کے ایک مشہور فلاسفر کون ڈرسا

دستور ۱۷۹۳ء ۱۷۹۴ء) نے اس مطلب کو ان الفاظ مین بیان کیا ہے۔

"یا تو کسی انسان کو کوئی حقیقی حق حاصل نہین، اور یا تمام افرادِ انسانی کو ایک
"دوسرے کے مساوی حق حاصل ہے۔ اگر ایک انسان نے دوسرے
" انسان کا حق اختلاف مذہب یا اختلاف رنگ یا اختلاف ضعف کی وجہ سے
چھینا، تو درحقیقت اُس نے اپنے ذاتی حق کو پامال کیا ہے"

اسی بنا پر یورپ و امریکہ کے سبھی خواہان ملک عورتون کی حالت عمدہ بنانے، اور موجودہ ترقی سے بھی اور معراج کمال پر پہنچانے، مین ہر وقت مصروف رہتے ہین۔ اور انہون نے اپنے اوپر فرض کر لیا ہے، کہ وہ اس میدان مین برابر اوس وقت تک کوشش کرتے رہین گے، جب تک عورتین مردون کی برابر رتبہ حاصل نہ کر لین، اور تمام حقوق انسانی مین اون کے ہم پلہ نہ ہو جائین۔

یورپ مین ایک چھوٹی سی جماعت اس خیال کی بھی موجود ہے، جو مرد و عورت مین حصول مساواۃ تامہ کی صحت سے انکار کرتی ہے، اور اوس بنا پر یورپ مین اس مسئلہ نے دو مذاہب پیدا کئے ہین: ایک کہتا ہے کہ یورپی عورت نے اس وقت تک جس قدر حریت اور حقوق حاصل کر لئے ہین وہ کافی ہین، دوسرا فریق اس درجہ تک حقوق و حریت مین زیادتی کا خواہان ہے، کہ دونون صنفون مین کچھ فرق باقی نہ رہے۔

اسی طرح دنیا کے تمام مسائل مین دو فریق ہین: ایک گروہ محافظین، اور دوسرا گروہ مصلحین۔ اس مین شک نہین کہ دونون فریق بنی نوع انسان کی بھلائی چاہتے ہین، لیکن اس طلب خیر مین دونون نے دو علیحدہ راستے اختیار کئے ہین۔

جس شخص نے دنیا کے تاریخی سلسلون پر نظر ڈالی ہے، اوس کو اچھی

طرح معلوم ہوگا، کہ عورت ہر وقت اور ہر جگہہ، اپنے فرائض طبعی ادا کرتی رہی ہے اور اس کے ساتھہ ہی اپنی مختلف قابلیتون سے مختلف مدارج کمال تک پہنچنے کے لئے بھی مستعد ہے، اوس نے گذشتہ زمانہ مین بھی اس کا ثبوت دیا ہے، اور اب بھی بتدریج ترقی کے مرحلے طے کر رہی ہے، اور برابر ایک درجہ سے دوسرے بلند درجہ پر چڑھتی چلی جارہی ہے۔

پس یہ کہنا کہ عورت کی ترقی ایک حالت پر اگر ٹھیر جائے، اور اوس مین کوئی تغیر و تبدل نہ ہو، اوس کو ادن تمام قوانین طبعی کے اثر سے خارج کرنا ہے جو زمانہ گذشتہ مین اوس کی حالت مین تغیر پیدا کرتے چلے آرہے ہین، اور جو اب بھی اوس کو حالت موجودہ سے دوسری حالت مین منتقل ہونے کے لئے آمادہ کررہے ہین۔ غرضکہ ہمارا اور مغربی لوگون کا اختلاف اس سرچشمہ سے بہا ہے کہ مغربیون نے انسان کی طبیعت کو سمجھ لیا ہے، اور وہ اوس کی شخصیت کی عزت کرنے لگے ہین، لہذا اونہون نے شخصی زندگی کے تمام لوازمات مین، مردون کے برابر اپنی عورتون کو حقوق دئیے ہین، اور ان کا ایک متنفس بھی اسواے ممنوعات اُسے لیکٹ کے، عورتون کو جسمانی اور دماغی کامون مین اپنی حریت سے فائدہ اوٹھانے پر اُن سے کسی قسم کی مزاحمت نہین کرتا۔ ان تمام باتون مین تو وہ عورتون کو مساوات دے چکے ہین، اب صرف پبلک لائف مین مرد کے برابر حقوق دینے مین اختلاف ہے۔ بعض لوگون کی راے ہے، کہ عورت پبلک کامون مین مصروف رہنے سے اپنے فرائض خلقی کو بہول جاے گی، اور بعض لوگ کہتے ہین، کہ فرائض خانگی عورت کی تمام زمانہ زندگی کا فرض نہین ہین، اور نہ تمام عورتین ہر وقت اون مین مصروف رہتی ہین، لہذا وہ پبلک لائف مین بھی عورتون کو مردون کے برابر حقوق پانے کا مستحق قرار دیتے ہین۔

لیکن ہم عورتون کو اوس استحقاق کی نظر سے نہین دیکھتے، جس نظر سے مردون کو دیکھتے ہین، اور نہ ہماری عقلون مین ابھی اس سچی حقیقت کے احساس کرنے کی قابلیت پیدا ہوئی ہے، کہ عورت بھی مرد ہی جیسی انسان ہے، اور ہم نے اون کو تمام شخصی اور پبلک حقوق سے محروم کر رکھا ہے۔

محمد اختر

دکن ریویو۔ کسی نے مجنون سے پوچھا خلافت کس کا حق ہے۔ عمر کا یا علی کا؟ اوس نے جواب دیا نہ عمر کا نہ علی کا بلکہ لیلی کا۔ یہی حال ہمارے دوست مولوی محمد اختر کا ہے جو عورتون کو دنیا جہان کے سوشل اور پولٹیکل حقوق دلوانے کی دھن مین نہ الرجال قوامون علی النساء کی پولٹیکل مصلحت کو دیکھتے ہین۔ نہ یغضضن ابصارھن کے اوس سوشل مفہوم پر نظر ڈالتے ہین جس کے نہ سمجھنے سے بدقسمت یورپ سر پر ہاتھ رکھ کر رو رہا ہے۔ مولوی صاحب کے عالمانہ مضمون کا اکثر حصہ نہایت قابل قدر ہے لیکن افسوس ہے کہ اونھون نے تقسیم عمل کے حکیمانہ اصول کو نظر انداز کر کے تدبیر منزل اور تدبیر مملکت دونون کو مخلوط کر دیا اور زندگی کے اون کارنامون مین جو مردون ہی سے مخصوص ہین عورتون کی مشارکت و مداخلت کو بلاشرط جائز قرار دے کر اون مفاسد کی حمایت کی جن کی طرف مولانا اکبر حسین نے ذیل کے ظریفانہ اشعار مین اشارہ کیا ہے۔

ہمارے ملک مین ہونا ہی کیا تعلیم نسوان سے
بجز اس کے کہ بابا اور بھی گھبرائین امان سے

جسکو بیٹا وہ سمجھتے تھے بھتیجا نکلا
پردہ اٹھ جائے کا آخر یہ نتیجہ نکلا

پردہ اٹھ جانے سے اخلاقی ترقی قوم کی
جو سمجھتے ہین بلاشک عقل سے فارغ ہین وہ

نوجوان تو تھے ہی کچھ بوڑھے بھی ہین اس گت مین
لیکن اے اکبر یقیناً پیر نابالغ ہین وہ

خان بہادر میر اکبر حسین صاحب اور اون کی معترضین

راہ الفت مین اگر قیس سے لغزش ہو جائے
حیف لیلی پہ جو آمادہ کاوش ہو جائے

نظم مین تو خود مولانا اکبر حسین کا یہ لاجواب مطلع اور نثر مین "شعرا اور مدرسہ کہ بردٗ و اٗ یادگار جملہ اون صاحبون کا جواب ہے جو کچھ تو ذوق سلیم کے عدم اور کچھ اوس بیباکانہ جسارت کے وجود سے جس نے ہیچ مایہ خر دون کو بلند پایہ بزرگون پر خردہ گیر بنا رکھا ہے مولانائے ممدوح پر کبھی کبھی نکتہ چینی کر بیٹھتے ہین۔

مارچ سنہ ۱۹۰۰ع کے دکن ریویو مین مولانا کی ایک نظم معاے لاینحل کے عنوان سے چھپی تھی۔ اس پر دو ایک اخبارون اور رسالون مین بعض حضرات نے اوس محبت اور عقیدت کے اقتضا سے جو اونہین سر سید مرحوم کی یاد سے تھی یہ سمجھ کر کہ اس نظم مین سید صاحب پر حملہ کیا گیا ہے بڑی شد و مد سے اعتراضات کئے۔ ہمین یہ اعتراضات دیکھ کر بے ساختہ کلیلہ و دمنہ والے بندر کی حکایت یاد آگئی جسے راجہ کشمیر نے ہاتھ مین تلوار دے کر اپنی پاسبانی کے لئے مقرر کیا تھا اور جو راجہ کو سوتے مین مکھیون کے گزند سے بچانے کے لئے ایک ہی وار مین اوس کا کام تمام کر چکا ہوتا اگر تائید غیبی اوس کے اس احمقانہ اظہار محبت کے آڑے نہ آگئی ہوتی۔ ان اعتراضات سے مقصود تھی سر سید علیہ الرحمہ کی حمایت لیکن ہو گئی الٹی اہانت۔ کیونکہ اگر وہ مقدس اور برگزیدہ ذات آج بہ قید حیات موجود ہوتی تو یقیناً اس مین اپنی توہین سمجھتی کہ ادھر کے لگے بندھے ایک ایسے واجب الاحترام بزرگ کو جسے اپنے گوناگون کمالات کی وجہ سے اوس کی ہم چشمی اور ہم مشربی کی عزت حاصل تھی ایسے ناپسندیدہ طریقہ پر ہدف سہام ملامت بنائین۔

ہمارا ارادہ نہ تھا کہ اس غیر خوش آئند بحث مین پڑکر اور نکتہ چینیون کے غیر دل نشین اعتراضات کی تردید مین قلم اوٹھا کر اپنے معزز ناظرین کی تضیع اوقات کے مجرم بنین۔ کیونکہ اسی قسم کے ایک ایراد پر نظر ڈالتے وقت ہم نے کسی گذشتہ اشاعت مین بوضاحت بیان کیا تھا کہ مولانا اکبر حسین کا کلام جو اردو شاعری مین ایک نئے دور کی ابتدا ہے اپنی انوکھی طرز اور نرالی شان کے لحاظ سے اس قدر بہت اونچا ہے کہ آج کل کا عامیانہ اور سطحی مذاق اوس کی لم کو پہونچ سکے۔ شاعرانہ شوخی جو خدا تک سے نہین چوکتی اور جس کا جواز ہر ملک اور ہر زمانہ مین تسلیم کیا گیا ہے دنیا جہان کے شاعرون کے لئے روا لیکن بیچارے اکبر حسین اگر اوس سے مستفید ہونا چاہین تو نومشق مضمون نگارون کی ہرزہ سرائی کا نشانہ بنین شیخ و محتسب قاضی و فقیہ کو آپ کے ملک الشعرا سبے نقط سنائین تو وہ جایز بلکہ اون کی پھبتیون کی داد دی جائے لیکن اکبر بسبیل تفنن طبع سید کا نام لے دے اور یہ وہ لفظ ہے جو شعرا کے لئے شیخ کا درجہ حاصل کر چکا ہے تو آپ آگ بگولا ہو جائین۔ اس بد مذاقی کا کچھ ٹھکانا ہے۔ غرض یہ کہ ہم نہ چاہتے تھے کہ اس بحث مین کچھ اور لکھین لیکن اس دفعہ کے نمبر مین مولانا اکبر حسین کی ایک نظم "سچا اسلام" کے عنوان سے درج ہوئی ہے اور عجب نہین کہ اس کے آخری دو شعرون کی تاویل معترضین حسب عادت اپنے ڈھب کی کرین۔ لہذا بطور دفع دخل مقدر یہ چند سطور لکھی جاتی ہین۔

وہ نظم "معماے لاینحل" جس پر خواہ مخواہ اس قدر اعتراض کیا گیا ہے اس مین ہی کیا بجز اس کے کہ

(۱) سر سید علیہ الرحمۃ نے قومی ترقی کے عشق مین تہذیب مغربی کو پسند کیا۔

(۲) ہر ایک مخالفت پر غلبہ حاصل کیا اور باثر بزرگون کو بھی بہ مجبوری اوس تحریک کی تائید کرنی پڑی لیکن نتیجہ عمدہ نہ حاصل ہوا کیونکہ قوم تو بنتی نظر نہ آئی البتہ

مذہبی شیرازہ ٹوٹ گیا اور طبایع الحاد اور تحقیر دین کی طرف متوجہ ہوگئین یہ بھولے
بوڑھون کی کچھ چلتی ہے نہ نادان لڑکون کی۔

(۳) اعمال مذہبی کے بجالانے مین کاہلی اور غفلت تو ہمیشہ رہی اور ہر جگہہ ہے
لیکن دین ومذہب کی تحقیر اور عقیدون کی خرابی افسوس ناک بات ہے۔

(۴) سید صاحب کا ہرگز یہ مطلب نہ تھا کہ ایسے نتائج پیدا ہون۔

(۵) نواب محسن الملک بہادر کو اس بات کی بڑی فکر ہے لیکن وہ تنہا کیا
کر سکتے ہین۔

(۶) اصل یہ ہے کہ زمانے کے دور کا ایک اقتضا ہوتا ہے۔ عقل انسانی کچھ
کام نہین کرتی۔

بس یہی اس نظم کا مطلب ہے۔ کون ایسا ہے کہ اگر نظر غایر ڈالے تو اس مضمون
کی صحت یا اس مطلب کی متانت یا مصنف کے حسن نیت سے انکار کرے۔ جن
بزرگون کو فن شعر سے مناسبت ہے وہ خوب سمجھتے ہین کہ نظم مین وہ گنجایش نہین ہے
جو نثر مین ہے۔ اس لئے کثیر معانی کو تھوڑی جگہہ مین سمیٹنا پڑتا ہے۔ یہ بھی صریحاً ظاہر
ظاہر ہے کہ مصنف کو حافظ کے اشعار پر مصرعے لگانے تھے اور اس لئے مضمون
کو ایسے پیرایہ مین لانا تھا کہ اون اشعار پر چسپان ہوجائے۔ یہی وجہ تھی کہ تہذیب
مغربی کو لیڈی لنڈن سے تشبیہ دی گئی۔ اس نظم مین نہ استہزا ہے نہ تفنن طبع۔ بلکہ
متانت کی زیادہ سختی اور نصیحت کی زیادہ تلخی ہے اور یہی ناپسندیدگی کی بنیاد ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سرسید کی جہان بین آنکھ نے جب مسلمانون کی حالت زار کا
مشاہدہ کیا تو معاش کو سرے سے مفقود اور معاد کو بوسیدہ و متنزل حالت
مین پایا۔ اسلام مین یہ دونون عنصر برابر کے شریک ہین۔ بلکہ یون کہنا چاہیے کہ
وجلت ضلا لانفلاعاپر وجلت عالاقاغنی کو ترجیح حاصل ہے۔ جیسے کھانے کو

پیٹ بھر روٹی نہ ملے اوس کی نماز ہی کیا۔ اسی لئے اونہون نے بڑے غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانون کو پہلے دنیا کی فکر کرنی چاہیے عاقبت اوس کے ساتھ ساتھ خود سدھر جائے گی۔ چنانچہ اونہون نے علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی اور اپنی تمام عمر اپنی قوم کی اصلاح معاش مین صرف کر دی۔ اون کی کوششون کا جو نتیجہ ہو۔ اوسے ہم ہندوستان کے ہر گوشہ مین مسلمانون کے روز افزون علم و ثروت کی شکل مین مجسم دیکھ رہے ہین۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنی قوم کی معاد کی طرف سے غافل تھے۔ ہم یہان بخوف طوالت اون بیش بہا خدمات کا ذکر نہ کرین گے جو مادہ پرست یورپ کے متشککانہ عقاید کے سیلاب کے روک تھام کرنے کے لئے اونہون نے ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالنے سے انجام دین۔ اور جس کا خفیف سا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مفتی محمد عبدہ مرحوم اور علامہ فرید وجدی کے سے مشاہیر نے جو باتین بیان کین وہ سید کے قلم سے تیس برس پیشتر نکل چکی تھین۔ ہم یہان صرف اس قدر کہین گے کہ جو تصویر اونہون نے علیگڑہ کے پردہ پر کھینچی تھی وہ یکرخہ نہین تھی بلکہ دنیوی رخ کے ساتھ دینی پہلو بھی رکھتی تھی۔ یہ سچ ہے کہ اس تصویر کے دینی رخ مین تقدیر کا رنگ اتنا شوخ نہ تھا جتنا تدبیر کا لیکن یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس مین بہت کچھ بحث کو دخل ہے۔ ایک فرقہ اگر

خدا خود میر سامان است ارباب توکل را

کی سند پیش کر سکتا ہے تو دوسرا گروہ

بر توکل زانوے اشتر بہ بند

سے اپنے دعوے کو محکم بنا سکتا ہے علیگڈہ کالج سے جو نوجوان تعلیم پا کر نکلے اون مین بلحاظ عقاید مذہبی اچھے بھی تھے اور برے بھی۔ شکر ہے کہ اچھے زیادہ تھے اور برے کم۔ اور جو برے تھے اون مین بھی وہ صفت جس کے بغیر کوئی قوم

زندہ اور کوئی مذہب برقرار نہین رہ سکتا اور جس کے لحاظ سے علیگڑہ کالج کے تعلیم یافتہ خصوصیت کے ساتھہ قابل ذکر ہین بدرجہ اتم موجود تھا یعنے مذہبی غیرت اور قومی عصبیت جسے دوسرے لفظون مین درد دل سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ سرسید کی تعلیم کا اثر جس شخص پر پڑا ہے وہ بے نماز ہو تو ہو لیکن ایسا نہ ہوگا کہ جگر پر دورو کی چوٹ نہ رکھتا ہو۔ وہ اسلام کے نام پر جان قربان کرنے کو تیار ہوگا وہ رسول کی راہ مین سر کٹانے کو آمادہ ہوگا وہ اسلامی برادری مین شریک ہونا اپنے لئے موجب عزت و افتخار سمجھتا ہوگا۔

اس مین شک نہین کہ کالج نے چند برے نمونے بھی پیدا کئے جنہین مقتضائے طبیعت نے "بدنام کنندہ نکو نامے چند" کے طبقہ مین داخل کردیا اور چونکہ کالج کی تحریک ایک بالکل نئی تحریک تھی جس سے پرانی وضع کے بزرگ پہلے ہی بدکے ہوئے تھے لہذا ان نمونون کو دیکھہ کر اون کا سوءظن اور بڑہ گیا۔ حالانکہ اگر تاریخ اسلام پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ علیگڈہ کالج ہی پر کچھہ حصر نہین جب سلطنت مسلمانون کے ہاتھہ مین تھی احتساب سختی سے ہوتا تھا اور مذہبی آزادی بھی اتنی نہ تھی اوس زمانہ مین بھی بڑے بڑے ملاحدہ و متشککین پیدا ہو چکے ہین۔ ایسی حالت مین اگر علیگڈہ کالج کے کسی جاہل طالب العلم نے نماز کو "وحشیانہ حرکت" بتایا ہو تو کون تعجب ہے

بہرحال اسی قسم کے چند واقعات تھے جن سے مولانا اکبر حسین کا دریائے غیرت جوش مین آیا اور آپ نے وہ نظم لکھی جسکا عنوان معمائے لاینحل تھا۔

بزمانہ سفر الہ آباد جب ہمین مولانا کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا شرف حاصل ہوا تو گھنٹون اسی مضمون پر گفتگو رہی اور ہم نے باادب تمام اُن کی جناب مین ظاہر کیا اور ہمین یقین واثق ہے کہ ہم یہ امر اون کے ذہن نشین کرنے مین کامیاب ہوے کہ عام طور سے مذہبی بے پروائی کی شکایت جو مدرستہ العلوم کے طلبہ کی

نسبت سنی جاتی ہے اوس مین بہت کچھ مبالغہ کی رنگ آمیزی ہے۔ مولانا کا خیال ہو
اوراس خیال مین ہر سمجھدار مسلمان اون سے متفق ہوگا کہ ناممکن ہے کہ مذہبی علم وعمل
کو قطعاً بالائے طاق رکھ کر مسلمان قوم بن سکین یعنی اون مین سوشل اتحاد و
یکسانی پیدا ہو جس سے زندگانی شیرین ہوتی ہے اعتماد بڑھتا ہے اور ہمدردی پیدا
ہوتی ہے کیونکہ مسلمان مذہب کا نام ہے کسی قوم کا نام نہین چونکہ مذہبی علم وعمل
کے پیرایہ سے نئی روشنی والے عاری خیال کئے گئے ہین (اس بحث کا یہان موقع
نہین کہ یہ خیال بجا ہے یا بے جا) لہذا مولانا کو اس جماعت کی طرف سے مایوسی
ہوگئی اور چونکہ پہلو مین درد بھرا دل اور دماغ مین موزونی افکار کا سرمایہ رکھتے تھے
لہذا وقتاً فوقتاً پند و نصیحت کے ذریعہ سے اونہون نے نئی روشنی والون کو اون
کی فروگذاشتون پر متنبہ کرنا شروع کیا جس مین تلخی کی شکایت کی جاتی ہے لیکن یہ
کنین کی تلخی ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک عریضہ کے جواب مین جس مین ہم نے اون اعتراضات
کی طرف اشارہ کیا تھا جو آپ کی نظم پر ہوئے آپ فرماتے ہین :۔

مین نہین سمجھتا کہ اس نظم مین کوئی ایسی بات ہے جو ہمدردی کے خلاف متصور
ہو۔ لیکن نظر غایر درکار ہے اور حسن ظن درحقیقت بدگمانی نہایت مضرت رسان
چیز ہے اور وہم کا پتلا بنا لیتی ہے۔ بیشک نظم مین زبان و بندش کے اعتبار سے
شوخی اور تیزی ہے لیکن وہ قابل معافی ہے۔ آپ سے مین بتادون کس بات پر
طبیعت مین جوش پیدا ہوا تھا کہ ان غیر معمولی اونچے سُرون مین یہ نوحہ بلند کیا گیا۔
ایک صاحب نے فرمایا تھا کہ نماز وحشیانہ حرکت ہے۔ کیا میرے قدر افزا مجھ سے
ایسی نظم کے خواستگار رہین :۔

بڑھو بھائی صاحب بڑھو بھائی صاحب	جو مل جائے پونی چڑھو بھائی صاحب
میرا اونٹ بھی ہے اسی قافلہ مین	بڑھو بھائی صاحب بڑھو بھائی صاحب

مین تو جانتا ہون کہ ایسی نظمون کی اب ضرورت نہین ہے۔ مین تو طلب علم مفید کا بے انتہا حامی ہون لیکن یہ واقعہ بھی غلط نہین ہے۔

کالج مین غل مچا ہوا ہے پاس پاس کا ۔۔۔ آفس سے آ رہی ہے صدا دور دور کی

ایسی حالت مین اس پر زور دینا کیا ضرور ہے۔

کیون وہ صیاد کسی صید پہ توسن ڈالے ۔۔۔ خود بخود صید چلے آتے ہین گردن ڈالے

علمی ترقی تو نہایت مفید اور ضروری چیز ہے لیکن اگر ادب اور اطاعت کا خیال جاتا رہا تو یہ قطعہ صادق آتا ہے۔

اے شیخ جب تکمیل نہین دست قوم مین ۔۔۔ پھر کیا خوشی جو اونٹ تیرے ریل ہو گئے

درگاہ کے چراغ کو چھوڑا برائے لیمپ ۔۔۔ سب کی نظر مین گھی سے مگر تیل ہو گئے

قوم اور سوسائٹی سے قطع نظر کر کے صرف مذہبی نگاہ سے دیکھا جائے تو نئی روشنی نہ کوٹ پتلون کا نام ہے۔ نہ بنگلہ مین رہنے کا نہ عیش و آرام کے طلب کرنے کا۔ نہ جاہ و حشمت کی خواستگاری کا نہ لندن جانے کا نہ گناہگار ہونے کا۔ نئی روشنی نام ہے غرور بے معنی کا۔ نئی روشنی نام ہے اس بات کا کہ محل کو دیکھ کر اپنی جھونپڑی اجاڑ دو محل بھی نہ ملے جنگل مین آوارہ پھرو۔ نئی روشنی نام ہے ملت سے دل کو جدا کر لینے کا۔ نئی روشنی نام ہے اس کا کہ آخرت کا کھٹکا تک نہ ہو۔ نئی روشنی نام ہے جلال باری تعالےٰ سے بے خوف ہونے کا جمال باری تعالےٰ سے غافل ہونے کا۔ روحانی ہستی سے منکر یا بے خبر ہونے کا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ترقیان اللہ کی مہربانی اور فضل و کرم سے ہوتی ہین۔ عقل و حکمت وہی اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔ بازار دنیا کی چیزین بدلتی رہتی ہین۔ نرخ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ قیل و قال ہوا ہی کرتی ہے۔ چاہو ٹاٹ پر بیٹھ کر بیت کہا کرو چاہو جلسے بن کر بحث کرو اور انجمن نام رکھو۔ ضرورت کے مطابق زندگی کے مشاغل دنیوی چلے جاتے ہین۔ لیکن حمد باری تعالےٰ

ساز فطرت کا نغمہ ہے۔ یہی صورت سرمدی ہے۔ اللہ ہم سب کو اس کی چاشنی نصیب کرے۔ کون اہل دل ہے یا کون عاقل ہے کہ جو ایسے خیال کو غیر ضروری سمجھے یا اوس کی معدومیت پر افسوس و فریاد نہ کرے حالی کا نوحہ سنئے

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے　　امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسرے　　خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

سلسلہ سخن دراز ہوتا جاتا ہے۔ ورنہ مین اس مقام پر بہت کچھ کہتا اور اب تو وہ زمانہ آگیا ہے کہ ضعف مذہب سے ہم مین خرابی پیدا ہونے کا یورپ نے بھی ذکر شروع کردیا۔ لارڈ ایمفل کہتے ہین کہ اخلاقی تعلیم نہین ہے ظاہر ہے کہ وہ مذہب مین شامل ہے۔ لیکن اخبار ٹائمس (دیکھو پاؤنیر مورخہ ۱۰ / جنوری) صاف لکھتا ہے کہ مذہبی تعلیم نہ ہونے سے نہ بزرگون کا ادب رہا نہ خدا کا نہ گورمنٹ کا۔ وہ لکھتا ہے کہ اگر کوئی ڈپٹی کلکٹر یا منصف مسجد مین نظر آئے تو تعجب کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اللہ اللہ !!

کرتا ہے حقارت کی نظر پیر مغان بھی　　افسوس اگر ہم سے شراب اب بھی نہ چھوٹے

ہم عابد و زاہد نہ ہون۔ دل تو کچھ زندہ ہوجائین۔ زندہ دلی کے لئے قرآن مجید کی دوچار آیتین کافی ہین۔

یاایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ...... واستعینوا بالصبر والصلوۃ .... واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔

مولانا کی اس تحریر سے جس کے حرف حرف سے درد اور لفظ لفظ سے بلاغت ٹپک رہی ہے معلوم ہوگا کہ جنہین وہ نصیحت کرنا چاہتے ہین اون کی اخروی فلاح کی اونہین کس درجہ تمنا ہے۔ پس بجائے اس کے کہ وہ مورد الزام قرار دئے جائین

ہم پر اون کا شکر واجب ہے مولانا کو نئی روشنی والون کی طرف سے جو مایوسی ہوئی تھی اور جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے وہ شکر ہے کہ مبدل بہ امید ہوگئی ہے جس کا سب سے بڑا ثبوت آپ کی وہ نظم ہے جو قومی ترانہ کے عنوان سے اسلام نمبر سلک اول مین شایع ہوئی ہم نے جب اوس قومی غیرت اور مذہبی حرارت کا آپ سے ذکر کیا جو مدرستہ العلوم مسلمانان کے ہر طالب علم کو مدرسہ سے ترکہ مین ملتی ہے تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا۔

ہمان در قلب طفلان شوق اسلام ہمان در سینۂ شان ذوق اسلام
نمی بینید چیزے فوق اسلام ہمان در گردن دل طوق اسلام

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

مولانا کی اس نظم مین فقط ظرافت کی چاشنی کی کمی تھی جسے آپ نے یہ بند کہہ کر پورا کر دیا۔

وہی نواب صاحب محسن الملک سنا کرتا ہے جنکا شور و غل ملک
جنہین دیتا ہے چندہ آج کل ملک پڑھا کرتے ہین اکثر سورۃ الملک

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

ایڈیٹر

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غارون مین
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے دربارون مین
گر ارض و سما کی محفل مین لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزارون مین یہ نور نہ ہو سیارون مین

ایڈیٹر

اسلامی خطرہ

یورپ کے سپوتون نے خدائی کو بلاشارکت احدی اپنے قبضہ قدرت مین لانے اور لال پیلی سانولی مخلوق انسان نما کے وجود نجس کی پولیٹکل آلایش سے کرہ زمین کو پاک کرنے کے لئے جہان برق و دخان اور فولاد و آہن کے ہزارہا جال پھیلا رکھے ہین وہان ایک شوشہ یہ بھی چھوڑ رکھا ہے کہ وقتاً فوقتاً دھوان دھار مضامین کے ذریعہ سے مغرب کو مشرق کے خلاف برانگیختہ کیا جائے اور گورے رنگ کی قومون کو یہ خوف دلاکر کہ کالون کی وحشیانہ پیش قدمی ایک نہ ایک دن اون کی تہذیب کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکے گی اس بات پر آمادہ کیا جاے کہ جہان تک ممکن ہو اس فتنہ کو ابھی سے دبا دینا چاہیے۔ چنانچہ اسی مضمون نگاری کا یہ نتیجہ ہے کہ یورپ کبھی چین و جاپان کی حرکت سے خوف کہا کر زرد خطرہ زرد خطرہ پکارنے لگتا ہے اور کبھی ٹرکی کی بیداری سے وحشت زدہ ہوکر پان اسلامزم پان اسلامزم کا شور مچانے لگتا ہے۔ "دشمن نتوان حقیر و بیچارہ شمرد" والے اصول پر جس سختی سے یورپ والون کا عمل ہے اوس کی مثال تاریخ مین ہمکو ڈھونڈے سے بھی نہین ملتی۔ اول تو موجودہ غلامی کی حالت مین بیچارے اہل ایشیا و افریقہ کی بساط ہی کیا ہے جو ترقی کرین لیکن اس پر بھی جب کسی قسم کی حرکت ان دونون براعظمون مین یورپ کو محسوس ہوتی ہے تو یہی مضمون نگار رائی کا پہاڑ بنا دیتے ہین اور ایک سرے سے دوسرے تک غل مچ جاتا ہے کہ ایشیا جاگ اٹھا! افریقہ نے کروٹ بدلی! وحشیون کے تعصب اور حرص کا سیلاب امنڈ آیا! دنیا کا امن معرض خطر مین ہے! یورپ کے تمدن کی بنیاد ہل چلی! اس فتنہ کو دباؤ! اس بلا سے بچو! اس سیلاب کو روکو!!

یورپ کے اہل الراے اس رمز کو اچھی طرح سے سمجھے ہوئے ہین کہ سلطنت

مین زوال اوس وقت تک نہین آتا جبتک کہ سلطنت کے چلانے والے اپنی کمزوری اور اغیار و اجانب کی قوت سے غافل و بیخبر نہون۔ اسی لئے وہ اپنی قوت کو بھی ہمیشہ ضعف کی صورت مین ظاہر کرتے رہے ہین۔ اور غنیم کے ضعف کو قوت کی تصویر بناکر دکھاتے وقت طرح طرح کی رنگ آمیزیان کرتے رہتے ہین اور یہ وہ گرہ ہے جو یورپ کی کشور کشائی اور ملک گیری مین بہت بڑا حصہ لے رہا ہے۔

جن مضمون نگارون کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اونہین مین سے ایک صاحب نے جنکا نام کپتان ایچ اے ولسن ہے اور جو افریقہ مین فوجی ملازمت کرچکے ہین انگلستان کے مشہور و معروف رسالہ نائینٹینتھ سنچری کے ستمبر نمبر مین ایک مضمون اسلامی خطرہ کے عنوان سے لکھا ہے جس مین اونہین اوسی مرض خطرہ کا دورہ ہوا ہے جو یورپ کے حق مین درد بھی ہے اور دوا بھی۔ اس مضمون مین اونہون نے اپنے بھائی بندون کی عادت کے موافق انگلستان و فرانس کو جو افریقہ کی ملکیت مین سب سے بڑے حصہ دار ہین ایک عظیم الشان مصیبت سے ڈرایا ہے جو نوجود یر فرقہ سنوسیہ کے ہاتھون اون پر نازل ہونے والی ہے۔ اس اٹل مصیبت کا ذکر کرتے ہوے جناب کپتان صاحب بہادر نے جہان شیخ سنوسی کی تعلیم کا اصل اصول یہ بتایا ہے کہ اسلام کے موجودہ مفاسد کی اصلاح کی جائے عالم اسلام کو ایک پیشوا کی ماتحتی مین لاکر اوس مین قرون اولی کی پاکیزگی پیدا کی جاے اور اسلامی ممالک خصوصاً افریقہ کو کفار کی حکومت سے آزاد کیا جائے وہان وہ یہ بھی بیان کرتے ہین کہ شیخ کا اقتدار افریقہ کے کونے کونے مین پھیلا ہوا ہے۔ اوس نے اپنی فوجی طاقت اتنی بڑھالی ہے اور موجودہ طریقہ کا سامان جنگ اوس کے پاس اس کثرت سے موجود ہے کہ اندازہ نہین کیا جاسکتا اور وہ اس موقعہ کا منتظر ہے کہ جہاد کا عام اعلان کرکے تمام افریقہ کو کفر کی آلائش سے پاک کردیا جائے۔

خدا کرے کہ یہ تمام باتین سچ ہون - کیونکہ اس سے زیادہ مسرت کا مقام کسی مسلمان کے لیئے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ قرون اولیٰ کی تصویر اس صدی کے پردہ پر کھنچی ہوئی اپنی آنکھون دیکھے - کپتان صاحب کے طرز استدلال کا اگر اتباع کیا جائے تو کسی ہندوستانی مسلمان کو اس خیال کے ظاہر کرنے مین تامل نہ ہوگا کہ اگر اوسے یقین ہو کہ انگریزی حکومت کے بجاے ہندوستان مین اسلامی حکومت کا قایم ہونا ممکن ہے تو وہ جان بُل کو تانجانہ پہونچانے کے لیئے اپنا سلیم شاہی اوس کے جسم کے حصہ اسفل کی نذر کرنے مین کبھی دریغ نہ کرے - اور گو یہ ممکن ہے کہ جناب حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب بہادر بالقابہ کے سے چند بزرگ اس سخت امتحان مین پورے اترین لیکن ان بزرگوارون کی حالت اول تو الشاذ کالمعدوم مین داخل ہے اور دوسرے عجب نہین کہ اگر ان کے دل کے سب سے چھپے ہوے کونے کو ٹٹولا جاے تو عصبیت یا بہ اصطلاح نغمہ سرایان ہند سے ماترم سوار اج کی خواہش کی چنگاری اوس مین بھی دبی ہوئی مل جاے - پس اگر افریقیہ کے مسلمان یورپ کی آتش حرص و آز کو بجھانے اور اوس کی غاصبانہ پیش قدمی کو روکنے سے اس قدرتی خواہش کی تعمیل کرتے ہین کہ اپنے جان و مال کو دوسرون کی حلقہ بگوشی اور تصرف سے آزاد کیا جائے تو کیا برا کرتے ہین - اسی کے ساتھ ہم یہ کہے بغیر بھی نہین رہ سکتے کہ یورپ نے پان اسلامزم کا جو یہ مقصد سمجھ رکھا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک پولٹیکل مرکز پر جمع ہو کر ایک عالمگیر جہاد کے ذریعہ سے عیسائیون کا قلع و قمع کرنا اور اون سے حکومت چھین کر خود علم فرمان فرمائی بلند کرنا چاہتے ہین یہ محض اوس کی خوش فہمی ہے پان اسلامزم کی تحریک سے بجز اس کے اور کچھ مراد نہین کہ مسلمانان عالم اپنی عقلی اخلاقی اور تمدنی حالت موجودہ پولٹیکل دایرہ کے اندر بہ امن و صلح رہ کر درست کرین -

کپتان ولسن صاحب اور اون کے ہم صفیر مضمون نگارون کا خیال کہ یہ تحریک

ایک بہت بڑے جہاد کا پیش خیمہ ہے ظاہر کر رہا ہے کہ یا تو وہ اسلام کے اصول سے مطلق بیخبر ہین یا اونہین خلل دماغ کا عارضہ ہے۔ وہ جہاد جس کی قران تعلیم دیتا ہے، نظری اور عملی دونون اعتبارات سے مدافعانہ ہے نہ کہ حریفانہ۔ مسلمان اگر کسی وقت عیسائی دنیا کے خلاف میان سے تلوار نکالین گے تو اوس کا مقصد نہ تو کلیسا کا انہدام ہوگا اور نہ جابرانہ کشورکشائی۔ بلکہ صرف اس قدر ہوگا کہ اپنی جان و مال اور موجودہ آزادی کو یورپ کی متمردانہ دستبرد سے بچا ئین۔ اون کی جب جان ہی پر آ بنے گی اور وہ دیکھین گے کہ یورپ نے اون کی پولٹیکل زندگی کا چراغ گل کرنے کی ٹھان ہی لی ہے تب تو وہ اپنے جائز حقوق کے تحفظ کے لئے لڑین گے ورنہ اون سے زیادہ صلح جو اور امن پسند اور کوئی قوم نہین۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ یورپ خود تو دست تعدی دراز کرتا ہے اور جب بیچارے مسلمان بمصداق تنگ آمد بجنگ آمد اوس کی درازدستی پر اظہار ناراضی کرتے ہین تو اونہین متعصب اور جہاد کرنے والے اور وحشی اور خدا جانے کیا کیا کہتا ہے۔ مراکو مین آج کل یہی تماشا ہو رہا ہے۔ بیچارے عرب صرف اتنا چاہتے ہین کہ یورپ اون کو چین سے بیٹھنے دے اور جو روکھی سوکھی اونہین ملتی ہے وہ اون سے نہ چھینے۔ لیکن یورپ کہان مانتا ہے۔ اوسے اپنا دوزخ بھرنے کے لئے ایسے ایسے پچاس مراکو اور چاہئین۔ اشاعت تہذیب کے بہانہ سے وہ اپنے آہن پوشون اور توپون کے بل پر دندناتا ہوا مراکو مین گھسا چلا آتا ہے۔ اور جب اہل مراکو مزاحم ہوتے ہین تو اون کی مزاحمت کو سرکشی بغاوت فساد جہاد تعصب اور جہالت سے تعبیر کرتا ہے۔

کاش یورپ اپنے طرز عمل کو درست کرے اور اپنے حرص و آز کی باگین اس قدر ڈھیلی نہ چھوڑے۔ اگر وہ مسلمانون کو اپنی موجودہ پولٹیکل حالت پر قایم رہنے دے اور اون کی ترقی مین مزاحم نہ ہو تو نہ اوسے سلطان ٹرکی سے خوف ہو سکتا ہے

نہ شیخ سنوسی کا کھٹکا۔

کپتان ولسن صاحب کے مضمون کا ترجمہ ذیل مین درج کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ یورپ کا پولیٹیکل اونٹ اسلامی دنیا یا کم از کم اسلامی افریقہ مین کس کروٹ بیٹھنا چاہتا ہے۔ کپتان صاحب کے مضمون پر ہم جا بجا نوٹ بھی لکھتے جائین گے

اسلامی خطرہ

(پان اسلامزم کا ایک جدید پہلو)

مصر کی شورش کے سلسلہ مین پان اسلامزم کا بہت کچھ ذکر ہوا ہے۔ لیکن مقام تعجب ہے کہ اوس تحریک کے بہت ہی کم حالات سننے مین آئے۔ جو وسیع پیمانہ پر پان اسلامزم کے اغراض و مقاصد کی اشاعت کر رہی ہے۔ اس تحریک سے میری مراد جماعت سنوسیہ کی تحریک ہے۔

مین جانتا ہون کہ اہل یورپ کو اس جماعت کے حالات سے بہت کم واقفیت حاصل ہے۔ یہان تک کہ عوام کو یہ بھی معلوم نہین کہ لفظ سنوسیہ بھی کوئی معنی رکھتا ہی لیکن جن چند اشخاص کو اس جماعت کا علم ہے اون کے لئے اس لفظ کا مفہوم وحشت خیز و ہیبت زا ہے۔ جو تھوڑے بہت حالات اس فرقہ کے معلوم ہوئے ہین۔ اون سے ثابت ہوتا ہے کہ فرقہ سنوسیہ کا اثر نہایت زبردست ہے اور دور دور تک پھیلا ہوا ہے اور چونکہ یہ لوگ اہل یورپ کے جانی دشمن ہین اس لئے گمان غالب ہے بلکہ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ آگے چل کر اگر ان لوگون نے افریقہ کی سرزمین سے اقوام صبیح اللون کا کلی استیصال نہ بھی کر دیا تاہم اس مین تو شک نہین کہ وہ اہلِ یورپ کے لئے بہت بڑے خطرہ اور تشویش کا باعث ثابت ہونے والے ہین اور یہ وہ واقعہ ہے جس کی پیشین گوئی ڈاکٹر کارل پیٹرس جیسے

ہمہ دان شخص نے کی ہے جو افریقہ کی پولیٹکل حالت کے ماہر ہین۔
اس وقت افریقہ کے ایک سرے سے دوسرے تک نہ صرف اسلامی ممالک بلکہ دوسری ایسی اقوام مین بھی اہل یورپ کے خلاف عام طور سے ناراضی پھیلی ہوئی ہے سومالی لینڈ کی مہم۔ مصر کی شورش۔ زولو قوم کا بلوہ۔ جنوبی مغربی اور مشرقی جرمن افریقہ مین دیسیون کا فساد مغربی ساحل پر متعدد بغاوتین۔ مشرقی ساحل پر اہل ناندے کے خلاف معرکہ آرائی۔ یہ تمام واقعات موجودہ تاریخ کے جاننے والون کے پیش نظر ہون گے اور اگرچہ اس مین شک نہین کہ یہ واقعات چندان اہم نہ تھے لیکن ان سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ ہوا کا رخ کدھر کو ہے۔ مراکو کا جھگڑا الگ چھڑا ہوا ہے شمالی افریقہ مین فرانس کو الگ مشکلات پیش آرہی ہین۔ جنوب کی طرف حبشستان مین بے چینی کے آثار الگ نظر آرہے ہین۔ بظاہر یہ سوال پیدا ہوگا کہ پان اسلامزم کو حبشی تحریک سے کیا تعلق اور سومالی لینڈ کے دیوانہ ملا کے قبائل ذوالبہانہ و اوولی کو زولو لینڈ کے سردار دنیزولو کی رعایا سے کیا نسبت؟ اور یہ بھی کہا جائے گا کہ کجا نائیجیریا کجا ناندے۔ دونون مین بعد المشرقین حایل ہے لیکن حقیقت شناس نگاہون سے مخفی نہین کہ یہ جوش و خروش جو رہ رہ کر کبھی شمال کبھی جنوب کبھی مشرق کبھی مغرب مین ظاہر ہو رہا ہے ناراضی اور نفرت کی اوس زبردست رو کی خارجی علامت ہے جو اس وقت کل براعظم افریقہ پر بہہ رہی ہے۔ اسی سے اثر پذیر ہو کر دیسی اقوام ہر اوس بات کا بتنگڑ اور ہر اوس خفیف مقامی شکایت کا فوجداری استغاثہ بنانے کو تیار ہو جاتے ہین جس سے اونہین اپنے گورے حاکمون کے سطوت و اقتدار کی نفی کرنے کا موقعہ ہاتھ آئے۔ ایسی حالت مین یہ بات بہ آسانی سمجھ مین آسکے گی کہ اگر کوئی طاقت مشترک ان اجزائے پریشان کی شیرازہ بند ہو تو کتنی بڑی زبردست قوت پیدا ہو سکتی ہے۔ یہی وہ مقصد ہے جس کی تکمیل فرقہ سنوسیہ کرنا چاہتا ہے یعنی اوس کی غایت یہ ہے

کو مسلمانان افریقہ مین عام آتش فساد مشتعل کر کے تیرہ ظلمات مین ایک ایسا شعلہ بلند کیا جائے جس کی لپٹ تمام افریقہ کو کرہ نار بنادے۔ متخالف بلکہ متضاد اقوام مین کسی مشترک شکایت یا وجہ ناراضی سے اتحاد کی جو صورت پیدا ہو سکتی ہے اور جو ہمہ گیر اور ہیبت ناک نتائج اس اتحاد سے مترتب ہو سکتے ہین اوس کے لئے ہندوستان کے مفسدہ ۱۸۵۷ء کا واقعہ بمنزلہ ایک سبق آموز نظیر کے ہے۔

فرقہ سنوسیہ کے حالات کے متعلق سب سے زیادہ مفصل و صحیح اطلاع اگر مطلوب ہو تو غالباً قاہرہ مین مصری فوج کے محکمہ سراغ رسانی اور شمالی افریقہ مین فرانسیسی محکمہ جاسوسی کی رپورٹون سے مل سکے گی۔ کل شمالی افریقہ سنوسیون سے بھرا پڑا ہے اور اس فرقہ کے ایجنٹ دنیا کے تقریباً ہر اسلامی ملک مین اپنے مقاصد کی اشاعت کر رہے ہین[۱]۔ ٹرکی۔ ابی سینیا۔ سومالی لینڈ۔ مصر۔ سوڈان اور مشرقی و مغربی سواحل افریقہ پر اون علاقون مین جہان برطانوی یا دوسری یورپین نو آبادیان ہین یا جن پر ان دول کی سیاسی نگرانی ہے اسلامی تحریک جوش و مستعدی کے ساتھ پھیلائی جارہی ہے۔ خصوصاً جنگجو اقوام اور دیسی افواج کے اہرفن سپاہیون کو عیسائی مذہب سے نفرت دلانے اور اوس جہاد اکبر کی تیاریان کرنے مین جو ہونے والا ہے خاص طور سے کوششین کی جارہی ہین[۲]۔ یہہ نہین کہا جا سکتا

[۱] دوسرے ممالک اسلامیہ کا حال تو کپتان ولسن صاحب جانین یا اون کا خارہ واقعہ آفرین لیکن ہندوستان کے متعلق وثوق کے ساتھ اتنا ہم کہہ سکتے ہین کہ یہان اس قسم کا کوئی ایجنٹ موجود نہین ہے اور اگر ہو تو کار پرداران فارن آفس شملہ کی باخبری پر آفرین ہے۔ نقاش

[۲] معلوم ہوتا ہے کہ یا تو ایران افغانستان جزایر ہند چینی اور چین اسلامی ممالک نہین ہین اور یا کپتان ولسن کو اس بات کی ضرورت ہے کہ فن جغرافیہ کے متعلق اپنے معلومات تازہ کرین۔

نقاش

کہ وہ جہاد کب ہوگا اور یہی عدم تعیین زمانی ارباب فکر کے لئے سب سے زیادہ پریشان کن واقعہ ہے۔

مسلمان جنگجو اقوام مین مذہبی جوش پیدا کرنا اور اونہین اپنے دین کی حمایت مین نیام سے تلوار کھینچنے پر فوراً آمادہ کر لینا نہایت ہی آسان بات ہے۔ لیکن جس جہاد کی تیاریان عیسائیت کے خلاف کی جارہی ہین اس کی سب سے زیادہ متوحش اور بے چین کر دینے والی علامت یہ ہے کہ شیخ سنوسی کے ایجنٹ اپنے ساتھ یہ پیغام بھی لئے پھرتے ہین کہ "اے مسلمانو صبر کرو۔ ابھی جہاد کا وقت نہین آیا۔ چندے اور انتظار کرو اور جب وقت آجائے تو مل کر ایک ساتھ دھاوا کر دو اور دشمنون کا ایسا قلع وقمع کر دو کہ ایک جیتا نہ بچے۔"

جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فرقہ سنوسیہ کی بنیاد ۱۸۳۵ء مین پڑی اور اس نے اس قلیل عرصہ مین حیرت انگیز ترقی کی اور باوجودیکہ برطانوی مقبوضات مین سالہا سال سے اس کے مقاصد و غایات کی اشاعت ہو رہی ہے پھر بھی اس فرقہ کے حالات کے متعلق کوئی اطلاع ایسی نہین ہم پہونچ سکی جس پر وثوق کے ساتھ یقین کیا جا سکے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اس تحریک کے بانی مبانی اور اس کل کے چلانے والے ہین اون کی عقل و تمیز اور قوت انتظامیہ حد اوسط سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ بظاہر یہ امر ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسی اہم بالشان اور نتیجہ خیز تحریک جس کے محرک غیر مہذب و ناشایستہ افریقی ہون مسلسل کئی سال سے بڑے بڑے تجربہ کار یورپین افسرون اور دقیقہ شناس مدبرون کی آنکھون کے سامنے جاری ہو اور اس کے متعلق ایک بھی صحیح خبر معلوم نہ ہو سکی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہی ہوا[۵۱]

---

[۵۱] یا تو اس فرقہ کے صحیح و مفصل حالات قاہرہ و شمالی افریقہ کے محکمہ جاسوسی کی رپورٹون مین بھرے پڑے تھے اور یا دفعتہ پردہ خفا مین مستور ہو گئے۔ کپتان ولسن کو اپنے حافظہ کا علاج کرانا چاہئے۔ نقاش

قبل ازآنکہ اس مسئلہ پر کچھہ اور لکھا جاے غیر موزون نہوگا کہ فرقہ سنوسیہ کے متعلق جو حالات عام طور سے معلوم ہین اون کا خلاصہ درج ذیل کیا جائے۔

اس فرقہ کی بنا ۱۸۳۳ءمین سیدی محمد بن علی السنوسیہ عرف شیخ سنوسی سے ڈالی۔ شیخ سنوسی ایک الجزایری عرب تھا۔ مستجانم مین جو ترکی سرحد پر واقع ہے پیدا ہوا چونکہ خاندان سادات سے ہونے کے علاوہ صاحب زہد و اتقا تھا لہذا فیض مین جہان اس نے اول اول اقامت اختیار کی تھی اس کے تقدس اور برگزیدگی کا شہرہ ہوا۔ یہان سے یہ مکہ گیا اور وعظ شروع کیا۔ بہت جلد مریدان باصفا کا ایک بہت بڑا حلقہ اوس کے گرد قایم ہوگیا جس نے اوسے یہان تک محسود اقران بنایا کہ اوسے مجبوراً راہ فرار اختیار کرکے مصر جانا پڑا۔ اسکندریہ پہونچ کر اوس نے ایک زاویہ یعنے خانقاہ قایم کی لیکن چونکہ قاہرہ کے شیخ الاسلام نے اوس کی تکفیر کی لہذا اوسے جان بچانے کے لئے یہان سے بھی ہجرت کرنی پڑی۔

اس مرتبہ وہ صحراے لبیا کو قطع کرتا ہوا جبل الاخضر کی طرف گیا جو بنغازی کے قریب شمالی ساحل پر واقع ہے۔ یہان بھی اوس نے ایک زاویہ قایم کیا اور تھوڑے ہی عرصہ مین اوس کے بہت سے مرید ہوگئے۔ اپنی عمر کا باقی حصہ اوس نے پندو تلقین مین یہین گذارا اور فرقہ سنوسیہ کی بنیاد محکم قایم کرکے ۱۸۵۹ء یا ۱۸۶۰ءمین انتقال کرگیا۔ اوس کا بیٹا محمد اوس کا جانشین ہوا۔

شیخ سنوسی نے جن اصول کی تلقین کی اور جو ابھی تک اوس کے مریدون کی معتقدات ومقاصد مین داخل ہین حسب ذیل ہین:۔

اولاً۔ مذہب اسلام کو اون خرابیون سے پاک کیا جاے جو مرور دہور کے باعث اس مین پیدا ہوگئی ہین۔

ثانیاً۔ دنیاے اسلام کو ایک سرگروہ یا پیشوا کی ماتحتی مین لاکر اوس پاکیزگی اور راستی کو زندہ کیا جاے جو قرون اولی کی خصوصیات سے تھی۔

ثالثاً تمام اسلامی ممالک خصوصاً ممالک واقع افریقہ کو کفار کی حکومت سے آزاد کیا جاے اور اس غرض کے پورا کرنے کے لئے ہر کافر کو اپنا جانی دشمن سمجھا جاے یہ آخری مقصد یعنی ممالک اسلامی کو حکومت کفار سے آزاد کرنا فرقہ سنوسیہ کے پیروون کی غایت الغایات ہے اور اون کا خیال یہ ہے کہ اس کی تکمیل کے بغیر باقی مقاصد کا بر آنا محال ہے۔ اس مقصد کی تکمیل بذریعہ ایک عالمگیر جہاد کے ہوگی جس کے بعد اسلام ایک پیشوا (غالباً سنوسیون کے شیخ وقت) کے جھنڈے تلے آجاے گا اور مفاسد و ذمایم سے معرا ہو کر اپنی اصلی دینی پاکیزگی اور صفائی کی شان مین ظاہر ہوگا مختصراً یہ ہین وہ مقاصد جن کے لئے فرقہ سنوسیہ کے ہر پیرو نے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے اور جو ان تھک استقلال بے مثل جرات اور فدائیانہ جان بازی کے ساتھ بروے کار لاے جا رہے ہین۔

محمد یعنی شیخ سنوسی ثانی کی نسبت اوس کے باپ نے بستر مرگ پر یہ بشارت دی کہ یہی وہ حجت منتظر یا مہدی موعود ہے جس کے متعلق جناب رسالت مآب صلعم پیشین گوئی فرما چکے ہین۔ وہ پیشین گوئی یہ ہے کہ ایک بہت بڑا مہدی دنیا کے خاتمہ کے قریب پیدا ہوگا جو گویا خود بروز رسول ہوگا اور اوس کی سرکردگی مین کل روے زمین کے انسان دایرہ اسلام مین آجائین گے۔[۱]

---

[۱] کپتان ولسن کو غالباً مہدی پنجاب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی وجود یا جنکی خبر سنین جو یورپ امریکہ اور ایشیا و افریقہ کو ایک بالکل انوکھے طریقہ سے مسخر کرنے کی فکر مین ہین ورنہ کپتان صاحب کو نائنٹینتھ سنچری کے لئے ایک نہایت چٹپٹے مضمون کا مصالحہ مدتون پہلے سے مل گیا ہوتا۔ نقاش

متعدد واقعات ایسے تھے جن سے مرنے والے شیخ کا بیان قرین قیاس ثابت ہوا کیونکہ رسول عربؐ نے مہدی موعود کی جو نشانیان بتائی تھین وہ سب اس بیان کے مطابق تھین۔ چنانچہ نوجوان شیخ کے باپ کا نام محمد تھا اور مان کا نام فاطمہ۔ اوس کا سلسلہ نسب براہ راست رسول عربؐ سے ملتا تھا۔ اوس نے سالہا سال رہبانون کی طرح عزلت گزینی کی تھی۔ اوس کی ناک ستوان تھی اوس کی پیشانی کشادہ تھی۔ اوس کے دانتون مین ۷ کے ہندسہ کی شکل کا روزن موجود تھا۔ اوس کے دونون شانون کے درمیان ایک نیلے رنگ کا مسہ تھا جو مقبولان بارگاہ ایزدی کا نشان ہے۔

غرض جب محمد جماعت سنوسیہ کا سردار ہوا تو اوس کے باپ کی بشارت اور یہ تمام نشانیان اوس کے بہت کچھ کام آئین۔ وہ خود بھی جیسا کہ آگے چل کر ثابت ہوا غیر معمولی دل و دماغ کا آدمی تھا اور اپنے غایات و مقاصد کی تکمیل و اشاعت کا کوئی موقعہ اوس نے کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ جماعت سنوسیہ کی سرداری اوسے ایسے وقت مین ملی تھی جب کہ تمام حالتین اوس کے حسب مراد تھین۔ اوس نے ہر ہر موقعہ سے فائدہ اوٹھایا اور تھوڑے ہی عرصہ مین اوس کا اثر و رسوخ بہت کچھ ترقی کر گیا۔

اوس کی زیرکانہ سرکردگی مین جماعت سنوسیہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتی رہی اس ترقی کی رفتار اوس کی زندگی مین دم بھر کو بھی نہ رکی اور جب اوس کا آخری وقت آیا تو سنوسیہ تحریک اثر اور طاقت کے اوس درجہ تک پہونچ چکی تھی جو اس سے پیشتر اسے حاصل نہ ہوا تھا۔ محمد کی شخصیت مین حیرت انگیز اثر مضمر تھا۔ اعلی درجہ کی دماغی قابلیت۔ قوت ادراک۔ مآل اندیشی اور غازیانہ حرارت مذہبی کے علاوہ اوس کی انتظامی قابلیت بھی نہایت اعلی درجہ کی تھی حالانکہ یہ ایسے اوصاف ہین جو عام طور سے عربون مین جمع نہین ہوتے۔ اور جب یہ دیکھا جاتا ہے

کہ محمد ایک افریقی عرب تھا جسے یورپ کے معیار تعلیم کے لحاظ سے جاہل مطلق کہنا چاہیئے تو ہمین یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ وہ ایک نہایت ہی سربرآوردہ اور نمایان قابلیت کا شخص تھا۔

اوس کی اولیات مین سے ایک کارنامہ یہ تھا کہ اوس نے بہ حصول فرمان سلطان ٹرکی مصر اور بنغازی کی سرحد پر مرغزار سواح کے شمال و مشرق مین بہ مقام جربوب جسکا دوسرا نام جنوب بھی ہے ایک مستحکم قلعہ نماز اویہ تیار کیا جو اگرچہ اب تو نہین لیکن کچھ دنون پہلے تک گروہ سنوسیہ کا صدر مقام تھا۔ جربوب مین اوس نے آلات حرب اور گولی بارود کی تیاری کے لئے کارخانے قایم کئے اور سامان جنگ اور رسد کے ذخیرے اور گودام بنائے۔ یہان وہ اندرون ملک کے سرداران و شیوخ قبائل سے خراج مین ہاتھی دانت غلام اور شترمرغ کے پر وصول کرتا تھا یہین شمالی ساحل کے غیر معروف اور مخفی بندرگاہون سے اوس کے پاس ہتھیار اور گولی بارود کے ذخیرے آتے رہتے تھے۔ یہین بورنو شمالی و مغربی افریقہ ٹمبکٹو اور صوبجات صحراے اعظم کے حجاج مکہ جاتے ہوئے اوس کے فیوض برکات سے مستفیض ہونے کے لئے ہر سال جمع ہوتے تھے۔

خدا جانے اس پر اسرار صحرائی قلعہ کا نقشہ کیا ہوگا جو قلعہ ہی نہین بلکہ اوس حیرت انگیز گروہ کی تجارتی منڈی دار الاسلحہ۔ خانقاہ اور پایہ تخت سبھی کچھ ہے جس کی فوجی پیشقدمی کسی دن افریقہ مین یورپ کو پیام اجل سنانے والی ہے اس کی چاردیواری کے اندر کا منظر حقیقت مین ہیبت زا اور ہوشربا ہوگا۔ اسے کوئی معمولی شہر نہ سمجھو بلکہ یہ زمانہ حال کا مدینہ ہے اور وہ ابلتا ہوا چشمہ ہے جس سے ممکن ہے کہ ایک ایسا سیلاب بہ نکلے جو ویسا ہی بلکہ اوس سے بھی زیادہ زبردست ہو جس نے آج سے کئی سو سال پہلے یثرب سے پھوٹ کر مشرقی دنیا

جل تھل کر دیا تھا[۵] بہرحال اس شہر کے نقشہ اور حالات کا اندازہ مغربی تصور پر چھوڑا جاتا ہے کیونکہ کسی یوروپین نے آج تک اس کی گلیون مین قدم نہین رکھا اور کوئی یوروپین آنکھ اس وقت تک اس کی دیوارون کو نہین دیکھ سکی۔ تین اشخاص (تختیجل۔ ڈویرئر اور رالفس) نے البتہ اس کام کا بیڑا اٹھایا مگر منزل مقصود تک پہونچنے سے کوسون پہلے سنوسیون نے ان بیچارون کو اولٹے پاؤن واپس دیا۔ دیسی جاسوس جو مختلف گورمنٹون کی طرف سے مخبری کرنے کے لئے بھیجے گئے اون مین سے ایک بھی جیتا بچا نہ لوٹا۔[۶]

---

۵ حضرت آپ اپنی فصاحت اور بلاغت کا سیلاب نائنٹینتھ سنچری سے اور اق پر ناحق بہا رہے ہین۔ جربوب سے تو اپنے ناظرین کو ڈرائیے مت کیونکہ خود آپ کے قول کے مطابق اب یہ شہر جماعت سنوسیہ کا صدر مقام نہین رہا۔ البتہ اوس شہر کے سہمگین و دہشت انگیز ہونے کی تصویر شوق سے کھینچئے اور اوس مین پیٹ بھر کر رنگ آمیزی کیجیے جو شیخ سنوسی کا موجودہ دار الحکومت ہو۔ اوسے خواہ مدینہ بنائیے خواہ ایلڈرشاٹ۔ اس کے علاوہ یہ تو فرمائیے کہ جب جربوب مصر اور بنغازی کی سرحد پر واقع ہے تو آپ کے گرو گھنٹال لارڈ کرومر علیہ ما علیہ نے جن کے سینہ مبارک پر دانشاوری کی شہرت کا تمغہ آویزان ہے اور جو طابہ کے معاملہ مین سرایڈورڈ گرے کی فارن پالیسی کی مونچھ کا بال بن کر ترکون کی سولہ لاکھ فوج جرار سے الجھتے ہوئے نہ جھجکے جربوب مین شیخ سنوسی کو مصر کی چھاتی پر مونگ دلنے کے لئے کیسے چین سے دم لینے دیا۔ نقاش

۶ شیخ سنوسی کی ایک بات کے تو ہم بھی قائل ہو گئے۔ تینون یوروپینون کو صرف لوٹا دینے پر اکتفا کرنا مگر دیسی جاسوسون کے ساتھ یہ سلوک کرنا جن کے جاسوس عام طور سے سزاوار ہین صاف بتا رہا ہے کہ شیخ موصوف اور اوس کے کارپرداز یوروپ کے ہتھکنڈون سے بے خبر نہین۔ اوسے اچھی طرح سے معلوم تھا کہ اگر ان تینون مین سے ایک کے خون کا ایک بھی قطرہ زمین پر گرا تو اوس کا انتقام لینے کے بہانہ سے تمام یوروپ کے بیڑے شمالی ساحل پر چڑھ دوڑین گے اور زاویہ سنوسیہ کو زمین کا تودہ بنا دین گے۔ مگر اب شیخ کی حالت خدا کے خاص فضل کی محتاج ہے۔ اب یوروپ کے مضمون نگارون نے اوس پر اپنی توجہ مبذول کی ہے جو جاسوسون سیاحون اور جہازون کے بیڑون سے کہین زیادہ خطرناک ہین امیرالبحر لارڈ چارلس بیرسفورڈ کا جنگی بیڑا ایک طرف اور کپتان دلسن کا یہ مضمون ایک طرف۔ نقاش

جربوب مین مہم ہر سال مقدمین یعنی مقامی قبائل کے سرداروں کو سال آئندہ کے طرز عمل اور کارروائیون کے متعلق بحث اور مشورہ کرنے کے لیے جمع کیا کرتا تھا۔ اوس نے اپنے مختلف زاویون کے مابین سلسلہ رسل و رسائل قایم کرنے کے لئے تیز ہرکارون کی چوکیان بٹھا رکھی تھین اور اہم خبرون کے جلد پہونچ جانے کا انتظام بھی اسی طریقہ پر رکھا تھا۔ اس کے علاوہ اوس نے رجسٹر بھی تیار کرائے تھے جن مین جماعت سنوسیہ کے ہر فرد کا نام درج ہوتا تھا۔

اس حسن انتظام کی بدولت سنوسیون کی طاقت بے حد بڑھ گئی۔ جس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ۱۸۶۱ء مین محمد نے ایک فرمان نافذ کیا جس مین امیر المومنین سلطان عبدالمجید خان کو دول یورپ سے گہرے تعلقات رکھنے کی پاداش مین دایرۂ اسلام سے خارج کیا گیا تھا۔ اس فرمان کے نفاذ کے تھوڑے ہی دن بعد سلطان کا انتقال ہوگیا اور اس واقعہ نے محمد کے اقتدارات کا پلہ اور گران کر دیا۔

فرقۂ سنوسیہ کے اثر اور طاقت کی ترقی اس سرعت سے ہوئی کہ ۱۸۸۰ء مین ان کے جو زاوئے موجود تھے اون کی تعداد ایک سو بیس سے اوپر تھی۔ یہ خانقاہین دنیاے اسلام کے قریب قریب ہر حصہ مین پھیلی ہوئین تھین۔

خیال تھا کہ ماہ نومبر ۱۸۸۲ء مین یعنی چودھوین صدی کے آغاز پر محمد کوئی جنگی اعلان کرے گا لیکن وہ تاریخ بلا کسی مجاہدانہ کارروائی کے گذر گئی جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ محمد کی دوربینی نے اس موقع کو قبل از وقت سمجھا اور یہ جان لیا کہ بالفعل کسی وسیع پیمانہ پر کامیابی کی توقع محال ہے۔ چند سال ہوتے ہین کہ محمد کا انتقال ہو گیا[۱] مرتے

[۱] اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ جو پیشین گوئی مہدی کے مہدی موعود ہونے کے متعلق اوس کے باپ نے بستر مرگ پر کی تھی وہ اگر حقیقت مین کی گئی تو یا تو دروغ مصلحت آمیز اور یا اوس جوش محبت کا نتیجہ تھی جو بیٹے اور وہ بھی لایق بیٹے کی طرف سے باپ کے دل مین موجزن ہوا کرتا ہے اور اگر

وم تک اوس نے جہاد کی کسی وسیع پیمانہ پر اجازت نہ دی جس کی وجہ وہی ہے جو
اوپر بیان ہوئی۔ موجودہ شیخ اوسی کا بیٹا ہے جس کے حالات اگرچہ بہت کم معلوم
ہین لیکن جو کچھ معلوم ہوا ہے اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ محمد کے نقش قدم پر
چل رہا ہے اور جو اصول اوس کے باپ نے قایم کئے تھے اونہین پر جوش
استقلال اور تقید سے کاربند ہے۔

مین بہ وضاحت ثابت کرچکا ہون کہ محمد غیر معمولی قابلیت کا شخص تھا۔
شیخ اول یعنے اپنے باپ کی طرح وہ بھی تقدس کی ایک پر اسرار چادر مین ہر وقت
لپٹا رہتا تھا۔ خراسان کے نقاب پوش مدعی نبوت (ابن المقنع) کے مانند اپنے

نوٹ بقیہ متعلق صفحہ ۹۱۔ وہ پوری نہین ہوئی (کیونکہ محمد یورپ و امریکہ کی گردن ایک انچ
جھکائے بغیر چل بسا) تو ایک حد تک قابل معافی ہے کیونکہ اگر اس کا ماخذ دروغ تھا تو اس مین حب
دینی کی مصلحت ملی ہوئی تھی اور اگر اس کا مبدا و منشا محبت پدری تھی تو یہ وہ جذبہ ہے جس کی شان
مین یعمی و بصم آیا ہے۔ اگر حقیقت مین کوئی مہدی ایسا آنے والا ہے جو تمام دنیا سے کفر کی ظلمت دور
کرکے نور اسلام پھیلائے گا تو ہم ایسے لوگون کا قصور بخوشی معاف کرنے کے لئے تیار ہین جو اسلام
ایک عالمگیر قوت بنانے کی دھن مین اور ملت بیضا کی محبت کے اقتضا سے مہدی کا لقب اختیار
کرین۔ بہ شرطیکہ شیخ سنوسی کی طرح کچھ کرکے بھی دکھا دین مگر ایسے مہدیون سے تو
ہمین خدا پناہ مین رکھے جو اسلام کی رہی سہی طاقت کے پیچھے بھی پنجے جھاڑ کر
پڑے ہین اور کبھی افغانستان کی تباہی کی پیشین گوئی کرتے ہین اور کبھی ٹرکی کے
زوال کی دعا مانگتے ہین اور جن کا مقصد ادعائے مہدویت سے سوا اس کے
اور کچھ نہین کہ پہلے سال ڈاکو ہون دوسرے سال قارون بن جائین فویل لھم
[illegible]
نقاش

مریدان خاص کے سامنے بھی وہ چہرے پر نقاب ڈالے رہتا تھا اور کنج تنہائی مین زہد و ورع کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا اور اگرچہ تمام اسلامی دنیا اوس کی معتقد نہ تھی لیکن اوس کے پیروون اور مریدون کے دلون پر اوس کی عظمت ہیبت اور عزت کا سکہ جما ہوا تھا۔ اوس کی تعلیم و تلقین کے مطابق اوس کے مرید تا بحد امکان یہ نہین ظاہر ہونے دیتے کہ اون کا تعلق سنوسی جماعت سے ہے۔ نہ اسی طرح کی دوسری اسلامی جماعتون کے مانند اون کی کوئی ایسی علامت ہے جس سے وہ شناخت ہو سکین۔ طریقہ سنوسیہ کا پیرو فری میسن کی طرح اپنے پیر بھائی پر خفیہ اشارات کے ذریعہ سے اپنے آپ کو ظاہر کر سکتا ہے اور تیسرے شخص کو یہ بھی معلوم ہونے بھی نہین پاتا کہ اس کا کوئی تعلق اس زبردست جماعت سے ہے۔

سلسلہ سنوسیہ کے پیرو شرع محمدی کی پابندی سختی سے کرتے ہین اور بعض دفعہ تو ایسی سخت احتیاط سے کام لیتے ہین کہ ہنسی آتی ہے مثلاً ان مین سے بعض سفید قند اس بنا پر نہین کھاتے کہ ممکن ہے کہ جن ہڈیون کی راکھ سے شکر صاف کی جاتی ہے۔ وہ ایسے جانور کی ہون جو شرع شریف کے مطابق حلال نہ کیا گیا ہو[1]۔ یہ لوگ نہایت سادہ اور خشک زندگی بسر کرتے ہین اور ہر شخص اپنے آپ کو مقاصد طریقہ سنوسیہ کی تکمیل کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ زاویون مین تمام غلامون اور جانورون

---

[1] آپ کو تو ایک غیر مہذب و جاہل افریقی مسلمان پر اس لئے ہنسی آتی ہے کہ وہ مردار جانور کی ہڈی چاٹے نہین کرجاتا لیکن ہمین آپ کے مہذب و تعلیم یافتہ امریکن بھائی بندون پر اس لئے رونا آتا ہے کہ وہ اپنی ایک برادری کو جو رنگ روپ علم و فضل مال و دولت مین اون سے کسی طرح ہیٹا نہین محض اس خیال سے اپنے ساتھ میز پر بٹھا کر کھانا نہین کھلاتے کہ ممکن ہے کہ اوس کی نانی کی رگون مین حبشی خون دوڑتا ہو خواہ نانی مذکور بلقیس ہی کی اولاد کیون نہ ہو۔ نقاش

پر لفظ اللہ د اغ دیا جاتا ہے جس سے مراد ہے کہ یہ وقف اسلام مین۔ جب کوئی شخص نیا نیا اس سلسلہ مین شریک ہوتا ہے تو اوسے دنیا کی لذتون کے ترک کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ نفیس و پر تکلف لباس اور زیورات کے استعمال کی ممانعت ہے۔ البتہ ہتیارون کی آرائش جائز قرار دی گئی ہے کیونکہ یہ آنے والے جہاد مین کفار کے خلاف کام آنے والے ہین۔

اس وقت تمام برطانوی مقبوضات واقع مشرقی و مغربی سواحل افریقہ اور نیز مصر و سوڈان مین نہایت سرگرمی کے ساتھ یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ کل مسلمان افواج کو سلسلہ سنوسیہ مین داخل کر لیا جاے۔ چونکہ مغربی ساحل متعدد کاروانی راستون کے باعث شمالی ساحل سے زیادہ ملا ہوا ہے لہذا سنوسی وعظ و تلقین کا سلسلہ شرقی ساحل کے مقابلہ مین بہت پہلے سے جاری ہے اور اس کا اثر بھی وہان نسبتہً بہت زیادہ ہے مین سمجھتا ہون کہ میرے اس بیان مین غلطی کو مطلق دخل نہین کہ ہر سال سلسلہ سنوسیہ کے صدہا پیرو اس غرض سے بطور سپاہی کے بھرتی ہوتے ہین کہ فوج مین اپنے اغراض و مقاصد کی اشاعت کرین۔

میرا خیال ہے کہ اس تحریک کی جڑہ مغربی ساحل پر اس مضبوطی سے جم گئی ہے کہ محال ہے کہ کسی وسیی کمیشن یافتہ یا غیر کمیشن یافتہ افسر یا سپاہی کی نسبت بوثوق کے ساتھ یہ کہا جا سکے کہ یہ شخص سلسلہ سنوسیہ سے تعلق نہین رکھتا۔ بالکل ممکن ہے کہ جس غیر کمیشن یافتہ فوجی افسر او سکی بالادست کو سب سے زیادہ بھروسا ہے۔ یا جو سپاہی ہر وقت اپنے افسر کی اردلی مین رہتا ہے یا جس سپاہی کو بھرتی ہو کر دس پندرہ سال کی مدت گذر چکی ہے اوس نے فوجی ملازمت محض اس غرض سے اختیار کی ہو کہ سنوسی مقاصد کی اشاعت کرے اور اپنے منصب اور عہدہ کے اثر اور اپنی دیرینہ ملازمت کے رسوخ کو اسلام کے

پیغام کے دوسرون تک پہونچانے مین صرف کرے۔ افریقہ کے اس حصہ کے حالات کا مجھے ذاتی تجربہ تو نہین لیکن ایک ایسے شخص نے جو کوئی بات اوس وقت تک نہین کرتا جب تک اوس کا حرف حرف تول نہین لیتا ۔مجھے یقین دلایا ہے کہ شیخ سنوسی کے منھ سے "جہاد فی سبیل اللہ" کے الفاظ آج نکلین اور جربوب کی بارود سے پٹی ہوئی میگزین کی سرنگ کو کل فتیلہ دکھایا جائے تو ہماری مسلمان فوج کے کم از کم پچھتر فی صدی سپاہی فوراً علم بغاوت بلند کرین۔

میری ان باتون سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ مین اپنے مغربی افریقہ کے سپاہیون کی آبرو پر حرف لانا چاہتا ہون۔ حاشا کہ میرا مقصود یہ نہین ہے۔ بہت سے خونریز معرکون اور بہت سی جان فرسا لڑائیون مین انھون نے اپنی جانثاری اور جان بازانہ بہادری کا ثبوت دیا ہے۔ جرارت۔ زحمت کشی اور تہور کے سخت سے سخت امتحان مین وہ ہمیشہ پورے اترے ہین۔ میرا اصلی مطلب یہ ہے کہ دوسری جنگجو اور مردانہ اقوام کی طرح بجائے ایک گورے رنگ کی کافر قوم کی حکومت کے جو دوسرے براعظم کی رہنے والی ہے اور جو خیالات وعقاید مین اون سے بالکل مختلف ہے وہ اوس قوم کی حکومت بدرجہا زیادہ پسند کرین گے جو مذہب قومیت اور رنگ مین اون کے ساتھ اشتراک رکھتی ہو اور اگر غور سے دیکھا جاے تو اون کی یہ ترجیح کچھ بےجا بھی نہین۔ یہ نتیجہ بدیہیات کی قبیل سے ہے۔ سکھون ہی کو لو جن کی قوم جان نثاری اور اعلیٰ درجہ کی مردانہ صفات کے لحاظ سے نظیر کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے۔ جس سکھ سے چاہو پوچھ لو۔ وہ گورے کو بلاتامل صاف صاف یہی جواب دے گا کہ گو سکھ انگریزی راج کے مداح اور اوس کے وفادار خادم ہین لیکن اگر او نہین خود مختار سکھ حکومت

ب کے قایم کرنے کا موقعہ ہاتھ آئے تو فوراً ہر سکھ باغی ہو جائے۔ غرض اس طبعی میلان کے لحاظ سے نہ سکھ ملزم قرار دیئے جا سکتے ہین نہ کالے افریقی سپاہی اور کوئی او نہیں الزام دے تو دے مین تو نہ دون گا[۵]

ابہی مشرقی ساحل افریقہ پر سنوسی تحریک نے اتنی زیادہ ترقی نہین کی لیکن برٹش ایسٹ افریقہ اور یوگنڈا مین پانچ سال تک رہنے کے بعد مجھے بعض باتین ایسی معلوم ہوئی ہین اور بعض علامات ایسے نظر آئے ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سنوسی تحریک نہایت جوش اور سرگرمی سے وہان پھیلائی جا رہی ہے ایسی باقاعدہ اور منتظم تحریک کے متعلق کسی اطلاع کا حاصل کرنا قریب قریب محال ہے۔ اول تو جب تک دیسی شخص یورپین سے اچھی طرح واقف نہ ہو

[۵] آپ کا بہت بہت شکریہ۔ لیکن افسوس کہ آپ کی سے منصف مزاج لوگ خطہ یورپ مین وہی حکم رکھتے ہین جیسا سیمرغ قاف مین۔ مصطفےٰ کامل پاشا اس قسم کے خیالات کے اظہار کی پاداش مین نمک حرام قرار دیا جاتا ہے اور خدیو مصر نے جب اپنی قوم کی ہم صفیری سے قدرت کے اسی اقتضا کی تعمیل کی جس کا جواز آپ کی منصف مزاجی سے تسلیم کرتے ہین تو اون بیچارے پر بھی طرح طرح کے الزام لگائے گئے۔ اور سچ پوچھئے تو ہم تو آپ کے انصاف کے بھی چندان قایل نہین اگر آپ حقیقت مین انصاف پسند ہین اور افریقیون کی اس خواہش کو جائز سمجھتے ہین کہ وہ اپنے ملک کا انتظام خود کرین تو پھر آپ کیون مضامین لکھ لکھ کر انگلستان و فرانس کو ابھار رہے ہین کہ سنوسیون کی تحریک کو دبا دیا جائے۔ اگر سنوسی ترقی کر رہے ہین تو کرنے دیجئے تا وقتیکہ وہ اس قابل ہو جائین کہ یورپ کو افریقہ سے نکال باہر کرین تو گویا یورپ کا مشن پورا ہو چکا ہوگا کیونکہ یورپ تو خدائی فوجدار بن کر تمام دنیا کے معاملات مین دست اندازی کرنے کے ساتھ دوسرون کو اپنی تہذیب سکھانے کا مدعی ہے جب تک سنوسی تہذیب یورپ کی تہذیب کے برابر نہ ہولے اوس وقت تک یورپ کو خوف نہین اور جب برابر ہو کر وہ یورپین تہذیب کی دست نگر ہونے سے مستغنی ہو جائے اور اپنے تہذیب آموزون کو لندن و پیرس کی طرف بصیغہ بیرنگ واپس کر دے تو بہ خیال آپ کے حق بہ حق دار رسید۔ پھر یہ شور کیسا! نقاش

وہ اپنے دل کا حال اوسے نہین بتاتا اور جب وہ مضمون جس کے متعلق اطلاع مطلوب ہے ایسا اہم اور ہر مسلمان کے دینی و دنیوی مقاصد کے ساتھ وابستہ ہو تب تو ظاہر ہے کہ یورپین کو قابل وثوق اطلاع کے حاصل کرنے مین کس قدر دقت کا سامنا ہوگا۔ اس کے علاوہ ضرور ہے کہ اسلام کا یہ پہلا اور اصولی سبق کہ ہر کافر کے لئے عذاب ابدی مقرر ہو چکا ہے ہر مسلمان کے دل مین اوس کی طرف سے طبعی حقارت اور عناد پیدا کرے[۱]۔ اور پھر عام طور سے ایک یورپین کے لئے یہ بھی محال ہے کہ

[۱] شرک فی التوحید حقیقت مین ایک ایسا گناہ ہے جس کا خمیازہ شاید ابدی عذاب سے بھی کافی طور پر نہ کھینچا جاسکے گا۔ جتنا بڑا گناہ ہوتا ہے اوتنی ہی بڑی سزا بھی ہوتی ہے زمانہ کی اعتبار سے عذاب مقید اور عذاب مطلق کی نظری بحث کا تصفیہ تو خیر کپتان ولسن صاحب تین سر والے کتے "سربرس" کے مواجہ مین کرین جو "پلوٹو" کی طرف سے دوسری دنیا مین اون کی پیشوائی کے لئے موجود ہوگا لیکن اس وقت وہ اور اون کے ہم خیال ہمارے اس سوال کا جواب دین کہ "شرک فی الگورمنٹ" ہی کی سزا رحم مثل اور خیر مجسم مسیحی دولتون کی طرف سے کیا مقرر ہوئی ہے۔ کیا یہ سزا جس کا تعلق اس زندگی کو تعلق ہے عذاب مخلد سے کچھ کم ہے؟ جب ایک خاک کے پتلے کی حکومت سے سرکشی کرنا قید ما دام الحیات یا موت کا موجب قرار دے سکتا ہے تو آفرینندہ کون و مکان کو جس کا کوئی ہمسر و عدیل نہین "لاشریک لہٗ" کی تعریف سے خارج کردینا مجرم کو کس کس عذاب مین مبتلا نہ کرے گا۔ فافہم وتدبر۔ اور یہ اسلام ہی پر آپ کی نظر عنایت کیون ہے کونسا ایسا مذہب ہے جو اپنے اصولی اور ابتدائی عقاید کی نفی کرنے والون کو لڈو بانٹتا ہو۔ کیا مسلمان یا ہندو بھی صلیب پر ایمان لائے بغیر نجات پا سکتے ہین؟ یہ بھی محض لغو ہے کہ ہر مسلمان کے دل مین ہر کافر کی طرف سے بدین خیال کہ عذاب ابدی اوس کے لئے از قبیل مقدرات ہے حقارت اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ حقارت اور دشمنی کی تو کوئی وجہ نہین۔ البتہ رحم و ہمدردی ضرور پیدا ہو سکتی ہے اور ہوتی بھی ہے باوجود چشم بینا و گوش شنوا رکھنے کے اگر انسان جمال باری تعالی سے بےخبر اور جلال ایزدی سے بےخوف ہو تو اوس کی حالت حقیقت مین قابل رحم ہے۔ نقاش

ویسی دماغ کی منطق اور طرز استدلال پر حاوی ہو سکے۔ اگر برٹن ہی کا سا کوئی شخص
ہو تو وہ البتہ حاوی ہو سکتا ہے اور ممکن ہے کہ چند شخص اس قسم کے کبھی کبھی نکل آئین
لیکن عام حالت یہ ہے کہ بیس بیس برس تک دن رات کالون مین رہ کر یورپین
نہین سمجھ سکتے۔ اون کی دماغی حالت یورپینون کے لئے بمنزلہ ایک مقدار نامعلوم
کے ہوتی ہے۔ اون کے جذبات و احساسات کا معلوم ہونا تو کجا ان کے متعلق
قیاس بھی نہین دوڑایا جاتا۔[له]

ان تمام واقعات کو مدنظر رکھنے کے بعد واضح ہوگا کہ سنوسی تحریک کے متعلق
کوئی ایسی اطلاع حاصل کرسکنا جو قابل اعتبار اور قرین وثوق ہو تقریباً ناممکن ہے۔
اس کے علاوہ یہ امر بھی لایق لحاظ ہے کہ عام طور سے مسلمانون کے دلون پر شیخ
سنوسی کا بہت بڑا اثر ہے اور یہ وہ شخص ہے کہ دنیائے اسلام کی اگر اسے سب
سے بڑی طاقت نہ بھی مانا جائے تو یہ تو ماننا پڑے گا کہ وہ منجملہ بہت بڑی زبردست
اسلامی طاقتون کے ہے۔ اوس کا اثر مہدی سوڈانی یا خلیفہ سے جبکہ اون کی طاقت

له یورپین کوشش ہی نہین کرتا کہ مشرقیون کی زندگی کے اندرونی پہلو کو سمجھے بھلا وہ کیونکر سمجھے۔ اگر اوس کو
ایشیا اور افریقہ والون سے اتنی بھی ہمدردی اور انس ہو جتنی اپنے "فاکس ٹیریر" سے ہوتی ہے
جس کے عادات وخصایل اوس کے ناخنون مین ہین اور اگر وہ "کالون" کی صحبت مین دلی
شوق سے اتنا وقت بھی گذارے جتنا اپنے اصطبل یا مرغی خانہ مین گذارتا ہے تو اوس کی
لئے ان کی دماغی حالت بمنزلہ ایک مقدار نامعلوم کے نہ ہو۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ اوسے
اپنے مٹن چاپ اور اولڈ ٹام اور اوس کے بعد اپنی لیڈیون کی دلاویز صحبت سے اتنی فرصت
نہین کہ ایک ایسی مخلوق کے حالات کے متعلق تجسس و تفحص سے کام لے جسے وہ انسان
اور حیوان کے بین بین سمجھتا ہے۔ اور اس پر دعوے ہے قلوب پر حکومت کرنے کا۔
سبحان تیری قدرت!! نقاش

آفتاب نصف النہار پر تھا بر رہا بڑھا ہوا ہے چنانچہ جب مہدی نے جسے شیخ سنوسی مفتری و کذاب خیال کرتا تھا اوس سے مدد مانگی تو اوس نے فرط نفرت و حقارت سے اوس کا سوال رد کر دیا۔[1]

ذیل کی اطلاع مجھے اپنے ایک بھائی فوجی افسر سے جو میرے ساتھ برٹش ایسٹ افریقہ مین ملازم تھا ملی ہے۔ اوسے ان واقعات کا علم اپنے ایک حبشی اردلی کی زبانی ہوا تھا جو نام کو عیسائی تھا مگر دراصل مسلمان تھا۔ یہ شخص میرے دوست کی اردلی مین پانچ سال سے تھا اور اپنے آقا سے اوسے کمال انس ہو گیا تھا اول تو اوس نے اس مضمون پر گفتگو کرنے سے سرے سے انکار ہی کر دیا لیکن جب میرے دوست نے کرید کرید کر حالات دریافت کرنے شروع کئے تو بصد دقت اوس نے کچھ باتین بتائین۔ چونکہ اس اردلی کا تعلق ایک سوڈانی کمپنی سے تھا جس کے دس مین سے نو سپاہی وہ درویش اسیران جنگ تھے جو عتبرہ اور ام درمان مین قید ہوے لہذا اسے سنوسی تحریک کے حالات معلوم کرتے رہنے کے اچھے اچھے موقع حاصل تھے۔ اس کمپنی مین آج کل سنوسی تحریک

---

[1] یہی تو نشانیان ہین مسلمانون کی تباہی کی اور اسلام کے زوال کی۔ مانا کہ مہدی مفتری تھا دجال تھا کذاب تھا لیکن شیخ سنوسی کے دشمن کا دشمن تو تھا۔ اگر شیخ نے اوسے مدد دی ہوتی تو سوڈان مسلمانون کے ہاتھ سے یون آسانی سے نکل نہ گیا ہوتا۔ مدد دینے کے بعد جب ہتھیار کی طرف سے کھٹکا نہ رہتا تو شیخ کو اختیار تھا کہ مہدی پر خود فوج کشی کر کے اوس کا اور اوس کے دعاوی کا خاتمہ کر دیتا لیکن اسلام کو تو زک نہ پہونچتی۔ افسوس ہے کہ مسلمان آپس مین یونہین لڑتے رہین گے اور اغیار و اجانب اون کے باہمی فسادون سے فائدہ اٹھا کر اون کے آبائی ترکہ پر بلا فصل و غش قابض ہوا کرین گے۔ کاش میان فہیم اب بھی سمجھین اور خانخانان کی گاڑہی کمائی کے بچے کھچے حصہ کو اپنے دشمنان دوست نما کی نذر کرنے سے احتراز کرین۔ نقاش

بہ سرعت تمام پھیل رہی ہے اور اوس شخص کو اس کا علم تھا۔

افسوس ہے کہ یہ اردلی کچھ دن ہوئے ایک تعزیری مہم مین مارا گیا اور سنوسی تحریک کے متعلق ایک مفید ذریعہ اطلاع مسدود ہو گیا ورنہ معلوم نہین اوس سے اور کتنی باتین معلوم ہوتین۔ لیکن میرا خیال ہے کہ جو کچھ اس شخص نے بیان کیا اوس سے زیادہ اس بارہ مین عام افریقی مسلمان کو کچھ معلوم نہین۔ البتہ جو اس تحریک سے زیادہ قریب کا تعلق رکھتے ہین اون کے معلومات بہت زیادہ بڑھے ہوے ہون گے۔ بہرحال اردلی کا بیان حسب ذیل ہے:۔

شیخ سنوسی آج کل توس خضرا مین مقیم ہے اور کل افریقہ کے مسلمانون کو علم فساد بلند کرنے پر برانگیختہ کرنے کی تیاریان کر رہا ہے۔ اوس کے ایجنٹ شمالی مغربی اور شرقی افریقہ مین پھیلے ہوے ہین اور مسلمانون کو اس عام اسلامی تحریک مین شریک کر رہے ہین۔ شیخ سنوسی کا یہ بھی ارادہ ہے کہ عام جہاد کا اعلان کرنے سے پہلے ہر ایک طرح کا انتظام کرلے اور اچھی طرح تیار ہو جاے۔ اور اس کے بعد کسی ایسی جنگ کا انتظار کرے جس مین یا تو فرانس یا انگلستان اور یا دونون کو حصہ لینا پڑے تاکہ افریقہ پر یہ زیادہ توجہ نہ صرف کرسکین۔

اردلی نے شیخ سنوسی کے اوس ایجنٹ کا نام بھی بتایا جو خاص طور سے خرطوم مین مامور ہے۔ مین نے اپنی طرف سے کوئی کمی یا زیادتی کئے بغیر اردلی کا بیان تا بحد امکان اوسی کے لفظون مین ادا کیا ہے اور مجرد واقعات کا ذکر کر دیا ہے اس قسم کا بیان ایک جاہل اور غیر تعلیم یافتہ دیسی کی زبان سے اور وہ بھی نہایت تامل کے ساتھ طرف ثانی کی جانب سے بلا کسی تحریک یا دباؤ یا سوالات جرح کے میری دانست مین خصوصیت کے ساتھ معنی خیز ہے۔ یہ بیان اوس

اطلاع سے بھی تطابق و توافق رکھتا ہے جو افریقہ کے دوسرے حصون مین اس سے قبل بہم پہونچائی گئی تھی اور اس کے صحیح ہونے مین کلام نہین[۵] یہ بات زبان زد عام و خاص ہے کہ شیخ سنوسی یورپ سے تو لاگ رکھتا ہے ہی لیکن فرانس و انگلستان کے خون ہی کا پیاسا ہے اور یہ وہ دو طاقتین ہین جو اسلامی افریقہ مین سب سے زیادہ باثر اور طاقت ور ہین۔

---

[۵] آپ کا ارشاد بجا ہے لیکن خود ہی آپ اس سے قبل فرما چکے ہین کہ اس اردلی کو بقصد وقت اس مضمون پر گفتگو کرنے پر آمادہ کیا گیا اور جب اوس سے کرید کرید کر حالات دریافت کئے گئے تب کہین اوس نے زبان کھولی اور اب آپ فرماتے ہین کہ آپ کے دوست کی جانب سے تو کوئی تحریک نہین ہوئی اور نہ کسی قسم کا دباؤ ڈالا گیا خود اوس نے یہ باتین بیان کین اور یہان بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اوس نے بہ تامل تمام زبان کھولی اب آپ ہی فرمایئے کہ ان تناقض بیانات کو ہم کیسے سچ مان لین کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنا راز دوسرے پر ظاہر کرنا چاہتا ہو اور دوسرے کی طرف سے تقاضے اظہار بھی نہ ہو۔ جیسا کہ بقول آپ کے اس صورت مین نہین ہوا۔ اور وہ پھر بھی افشائے راز کر دے۔ اس کے علاوہ یہ بات سمجھ مین نہین آتی کہ جب یہ شخص مسلمان تھا اور شیخ سنوسی کا پیرو تھا جس کی اپنے تمام مریدون کو پہلی تلقین یہ ہے کہ اپنا تعلق دوسرون کے سامنے جماعت سنوسی کے ساتھ ظاہر نہ کرین چہ جائیکہ اپنے سب سے بڑے راز کا پردہ اٹھا دین تو پھر کیون اس نے باوجود متامل ہونے کے آپ کے دوست کے سامنے بھانڈا پھوڑ دیا حقیقت یہ ہے کہ شیخ سنوسی اور اوس کی پرخوف تحریک کے ہیبت ناک نتایج آپ کی قوت متخیلہ کے کرشمے ہین جن سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ افریقہ مین مسلمانون کی جو رہی سہی آزادی ہے وہ بھی حرف غلط کی طرح تاریخ کے سیاسی صفحہ سے مٹ جائے۔ کاش آپ کا بیان سنوسی تحریک اور اوس کی پولٹیکل وقعت کے متعلق صحیح ہوتا کہ یورپ جس کی ہوس ملک گیری اوسے مرکز حکومت سے بہت دور ہٹاتی جاتی ہے اور جس کا حشر ایک نہ ایک دن وہی ہونے والا ہے جو دنیا کی اون قومون کا ہوا جنہون نے چادر سے زیادہ پاؤن پھیلائے

اس وقت تک شیوخ سنوسی نے اپنی جنگی طاقت کا اظہار کسی وسیع پیمانہ پر نہین کیا غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ اونہون نے اپنے فہم و فراست اور عاقبت اندیشی سے یہ سوچ لیا کہ اگر جہاد کا اعلان کیا گیا تو دول یورپ کے مقابلہ مین بالفعل کامیابی نہین ہو سکتی اور عدم کامیابی سے اون کی وقعت بہت کچھ گہٹ جائیگی اس کے ساتھ ہی اس مین بھی شک نہین کہ شمالی افریقیہ کے فرنچ علاقہ مین ہر دیسی شورش کا باعث اصلی شیوخ سنوسی ہی تھے۔ ہمین یقینی طور سے معلوم ہے کہ مفسدہ سنہ ۱۸۸۱ء جس مین کرنل فلیٹرس اور اوس کی جمعیت کا قبائل ہگر طوارق اور رولاد سیدی شیخ کے عربون نے خاتمہ کر دیا وہ عبد القادر کے ذریعہ سے شیخ سنوسی محمد ثانی ہی کے ایما سے ظہور مین آیا تھا۔ اس کے بعد سنہ ۱۹۰۱ء مین جب الجیریا کے قریب بوامانہ کی اشتعالک پر فساد ہوا تو وہ بھی ایک سنوسی سازش تھی۔ سال گذشتہ کے ماہ اکتوبر مین فرانسیسی فوج کے ایک دستہ کا صحرا مین قلع و قمع کر دیا گیا یہ بھی شیخ سنوسی ہی کے مریدون کی جماعت کی کارستانی تھی۔

اگرچہ شیخ سنوسی کا تعلق مہدی یا خلیفہ سے نہین ہے لیکن اس مین شک نہین کہ ملا ے سومالی لینڈ سے اوس کے حلیفانہ مراسم ضرور ہین اور ملا وہ شخص ہے جو ابھی اور کوئی گل کھلا کر رہے گا۔ یہ بھی قرین احتمال ہے کہ مصر مین جو شورش حال مین ہوئی وہ بھی سنوسی ہی کے ایجنٹون کی بھڑکائی ہوئی تھی اگرچہ یہ شورش

حاشیہ متعلق صفحہ ۸۳۔ اپنے ہاتھون اپنی قبر کھودنے کے عذاب سے بچ جائے اور اوس کے جو اس وقت پیرو ہین درست ہو جائین۔ جہان تک ہم کو معلوم ہوا ہے اگرچہ دوسرا سنوسی شیخ محمد ثانی خاص دل و دماغ کا شخص تھا اور اوس کا حقیقت مین وہی مقصد تھا جو کپتان ولسن نے بیان کیا ہے لیکن موجودہ شیخ اپنے باپ کا سا اولو العزم اور عالی ہمت شخص نہین ہے۔ اوس مین وہی شان مشائخی پیدا ہو گئی ہے جو عام طور سے اسلامی دنیا کی دینی پیشواؤن مین پائی جاتی ہے اور خانہ بر انداز اسلام ثابت ہوئی ہے۔ خدا اوسے اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔
نقاش

غالباً قبل از وقت تھی اور سنوسیون کی خواہش بھی نہ تھی کہ ابھی یہ بروے کار آسے لیکن چونکہ فساد کی آگ مشتعل ہو چکی تھی اس لئے وہ اسے فرو نہ کر سکے۔

ایک واقعہ جو برٹش ایسٹ افریقہ مین سنوسی تحریک کی اشاعت کے متعلق مجھے بہت ہی نتیجہ خیز معلوم ہوا یہ تھا کہ گذشتہ سال پانچ سوڈانی غیر کمیشن یافتہ فوجی افسر اور سپاہی مدت ملازمت کے ختم ہونے پر بجاے اس کے کہ دوبارہ فوج مین شریک ہوتے سیدھے شمالی افریقہ کو چلے گئے تاکہ وہان شیخ سنوسی کی فوج مین شریک ہو جائین۔ افریقہ کے نقشہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ ممباسہ سے جربوب تک کا سفر کچھ آسان نہین ہے۔

یہ واقعہ اپنی شرح خود کر رہا ہے۔ مین نہین کہہ سکتا کہ کتنے اور سپاہی شیخ کے جھنڈے تلے جا جمع ہوے ہین لیکن ان پانچ آدمیون کا اوس کی جمعیت مین جا ملنا تو متحقق ہے۔ ان مین سے تین غیر کمیشن یافتہ افسر تھے اور دو سپاھی۔ اور پاہیون مین سے ایک میرا اردلی تھا جس کی نسبت مین شہادت دے سکتا ہون کہ اوس سے زیادہ بہادر اور بہمہ صفت موصوف سپاہی ملنا محال ہے۔

ایک اور دلچسپ اور معنی خیز نکتہ یہ ہے کہ معتبر شہادت کی بنا پر مین کہہ سکتا ہون کہ ہر سال جماعت سنوسی کے متعدد پیرو یورپ خصوصاً انگلستان و فرانس کو اس غرض سے بھیجے جاتے ہین کہ وہان رہ کر یورپین اصول کے مطابق کامل و مکمل تعلیم پائین[ط]۔ یہ لوگ زیادہ تر شمالی اور مغربی افریقہ سے تعلق رکھتے ہین۔ فقط ان دو واقعات سے ظاہر ہے کہ ہمین عربون یا حبشیون کے کسی معمولی مفسد سے مقابلہ نہین کرنا ہے بلکہ ایک وسیع اور منتظم و مہذب تحریک سے ہمین

ط اگر یہ سچ ہے تو فی الحقیقت افریقہ مین یورپ کے دن قریب آ چلے اور ہمین ابھی سے اوس کی نوحہ خوانی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ نقاش

سابقہ پڑا ہے جس کے محرک فہیم و فریس ہین جس کی شاخین ہر جگہہ پھیلی ہوی ہین اور جو آگے چل کر بحر ظلمات (افریقہ) کے معاملات کے انفصال کا جز و اعظم بننے والی نہین تو اس مین نمایان حصہ تو ضرور لینے والی ہے۔

بربر اور صحرا سے اعظم غرض تمام شمالی افریقہ مین سنوسی تحریک اسلام کی رگ رگ مین ساری و ایر ہے۔ مصر۔ سوڈان۔ سومالی لینڈ۔ عرب۔ ابی سینیا۔ مسوپوٹیمیا۔ ایشیا ے کوچک۔ ٹرکی۔ یوگنڈا۔ زنجبار اور شرقی و مغربی سواحل افریقہ مین اس کے قدم اچھی طرح سے جم چکے ہین۔ حسب ذیل بلاد و اضلاع مین سے ہر ایک بجائے خود اس تحریک کا سرچشمہ ہے الاغواط۔ اوران۔ الجیریا۔ تواٹ۔ انسالا۔ ٹمبکٹو۔ سنیگال۔ مرزوق۔ قانم۔ جھیل چاڈ کا شمالی و مغربی علاقہ۔ بورنو۔ طرابلس۔ تونس۔ جربوب۔ بنغازی ان تمام مقامات سے صد ہا قاصد نکل نکل کر مسلمانون کو جہاد کا پیغام پہونچاتے رہتے ہین۔

اس زبردست اور خوفناک تحریک کے متعلق میرا مبلغ اطلاع بہت ہی کم ہے اور جو کچھ معلوم ہے اوس کا اظہار بھی مین بہ حسن الوجہ نہین کر سکتا[۵۱]۔ بہ ظن غالب میری نسبت یہ کہا جائے گا کہ مین ناظرین کو ایک وہمی اور خیالی خطرہ سے خواہ مخواہ ڈرانا چاہتا ہون[۵۲]۔ لیکن مجھے کامل اور قطعی یقین ہے کہ سنوسی طاقت کی اہمیت یورپ کے تصور سے بالا ہے اس کا اثر روز بروز بلکہ ساعت بساعت بڑھ رہا ہی اور وہ دن قریب آتا جارہا ہے جبکہ اسلامی تعصب اور جوش کے ایک ایسے

۵۱ سوئی کا پھاوڑا تو آپ نے بنادیا۔ معلوم نہین اس سے زیادہ آپ کیا قیامت ڈھانا چاہتے تھے۔ نقاش

۵۲ چور کی داڑھی مین تنکا۔ نقاش

سیلاب کا ہمین مقابلہ کرنا پڑے گا جس کا تلاطم کل بر اعظم افریقہ مین شمالاً جنوباً اور شرقاً غرباً مچا ہوا ہوگا جس کی تنظیم پذیرفتہ قوت ہر اوس بند کے توڑنے کے لیئے ہر طرح سے تیار ہوگی جو اوس کے روکنے کے لئے یورپ باندھے گا اور جس کے مقابلہ مین وہ تمام معرکے اور لڑائیان جو سابق مین کالی قومون سے ہو چکی ہین محض بازیچہ اطفال ہون گی۔

ممکن ہے کہ یہ تصادم ہماری زندگی مین ظہور پذیر نہ ہو کیونکہ جو قابل دماغ اس جہاد اکبر کی تیاریان کر رہے ہین وہ ہر نشیب و فراز سے واقف ہین اور اون کا مقصود یہ ہے کہ جب جنگ کا وقت آئے تو کیل کانٹے سے ہر طرح تیار ہون اور جہان تک ممکن ہو قرائن فتح کا پلہ اونہین کی طرف جھکا رہے۔ میرا خیال ہے کہ بیس سال بعد یہ نازک وقت آئے گا لیکن یقینی طور پر کوئی حکم نہین لگایا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ آج سے پچاس سال بعد آئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کل ہی آ جائے۔

اس وسیع پیمانہ پر مسلمانون کے جہاد کا جو اثر جنگجو بت پرست افریقی اقوام مثلاً زولوؤن۔ سوازیون۔ بسوتوؤن۔ ونیمیون اور ماسائیون وغیرہ پر ہوگا وہ محتاج بیان نہین۔ یہ قومین اسی تاک مین ہین کہ موقع ملے تو اپنے گورے آقاؤن کا تکا بوٹی کر ڈالین۔ مجھے یقین واثق ہے کہ جب وہ وقت آئے گا تو افریقہ کا ہر وہ باشندہ جس کا رنگ کالا ہے گورے رنگ والی قومون کے خلاف شمشیر بکف اوٹھ کھڑا ہوگا۔ ابی سینیا کے عیسائی ممکن ہے کہ اس سے الگ رہین[۱] جب

---

[۱] جیسے شہنشاہ منیلک کے لئے آپ نے چرچ آف انگلینڈ مین ممبر کے قریب خاص طور سے نشست کا انتظام کر رکھا ہے۔ اور ابی سینیا کے ساتھ بوجہ دینی اخوت کے یورپ دانت کاٹی روٹی کھاتا ہے کپتان ولسن شاید واقعۂ اڈوا بھول گئے اٹلی نے مسیحیت کا خوب ہی حق ادا کیا تھا۔ وہ تو رحمتہ للعالمین کی دعا نجاشی کی آڑے آگئی جس کے جد امجد نے کسی زمانہ مین آپ کی امت کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا۔ ورنہ ابی سینیا اس وقت اٹلی کا ایک صوبہ ہوتا۔ نقاش

وہ دن آئے گا اور اس کا آنا ایسا ہی اٹل ہے جیسا تقدیر کا آنا تو افریقہ مین گورون کو جان کے لالے پڑ جائین گے کیونکہ لاکھون کروڑون مسلمانون نے کل براعظم افریقہ مین مذہبی تعصب اور دینی خبط کا طوفان مچا دیا ہوگا۔
یہ عظیم الشان فوج جو دنیا کی بہترین جنگجو اقوام سے مرکب ہوگی جس کے اکثر سپاہی یورپین طریقہ جنگ کی تعلیم خود یورپینون سے پا چکے ہون گے جس کی ہتھیار عمدہ سے عمدہ قسم کے ہون گے۔ جس کے افسر فنون جنگ سے پوری طرح باخبر ہون گے جس کی تنظیم و ترتیب باحسن الوجوہ عمل مین لائی گئی ہوگی۔ جس کو قدم قدم پر کمک ملے گی ایک ایسی ناقابل اندفاع قوت کا سرچشمہ ہوگی جسے زمانہ کی آنکھ نے اس سے پہلے نہ دیکھا ہوگا۔ ایک دن مین دیکھتے دیکھتے وہ حالت پیدا ہوگئی ہوگی جس کے مقابلہ مین ہندوستان کا غدر اور سوڈان کی معرکہ آرائیان ناقابل ذکر واقعات متصور ہون گے۔
جیسا کہ مین اوپر ظاہر کرچکا ہون میرا بیان غالباً بہت کچھ مبالغہ آمیز سمجھا جائے لیکن مین ایک دفعہ پھر اپنے اس قطعی یقین کو دہراتا ہون کہ آج سے بیس سال کے اندر اندر یورپ افریقہ کے بیابانون مین ایک خونریز جنگ مین دم توڑ رہا ہوگا اور اوس کا مقابلہ ایک ایسی بڑی زبردست طاقت سے ہوگا کہ قرین قیاس نہین کہ جنگ کے خاتمہ پر ایک بھی گورا افریقہ مین باقی رہے۔
ایک فقط مین ہی اس خیال کا حامی نہین ہون۔ ڈاکٹر کارل پیٹرس کی رائے کا اقتباس اس سے پیشتر مین درج کرچکا ہون اور متعدد دیگر اصحاب کی آرا بھی اسی خیال کی تائید مین پیش کی جاسکتی ہین اور یہ اصحاب وہ ہین جنہون نے اپنی زندگیان افریقہ کے لئے وقف کردین۔ جنہون نے اپنے دل و دماغ کے بہترین نتائج اس کی نذر کردئے اور جو ان گنتی کے چند یورپینون مین سے ہین

جنکو دیسیون کے جذبات واحساسات کا علم ہے۔

افریقہ کی کُل کی کُل[ف] دیسی اقوام مین اس قدر بے چینی اور ناراضی پھیلی ہوئی ہے کہ صرف ایک چنگاری افریقہ بھر کو مشتعل کردینے کے لیئے کافی ہے اور یہ خیال ہے کہ سنوسی تحریک یہ چنگاری بن کر بارود کی اوس سرنگ مین پڑیگی جس کے بھک سے اُڑنے کے لئے اسی کی دیر ہے۔

(از نائنٹینتھ سنچری بابتہ ماہ ستمبر ۱۹۱۲ء)

نقاش

غزل

بڑھا ہے آگے کو روز روشن ہٹی ہے پیچھے کو رات کالی
بچھڑ گیا آسمان کا میلا ہوئی ستارون سے بزم خالی

ہنسا کے بجلی کو ابر رویا جگا کے سورج کو چاند سویا
یہ نقش ہستی ہے اعتباری کہین جلالی کہین جمالی

کسی کی چلتی نہین یہان کچھ پکارتے سب ہین ما عرفنا
وہ فخر رازی ہون یا فلاطون جلال رومی ہون یا غزالی

کیا ہے ایکا دماغ و دل نے نئے نئے گل لگے ہین کھلنے
کسی نے برقعہ اتار پھینکا کسی نے چلمن ہی توڑ ڈالی

جدا ہے مقسوم اپنا اپنا الگ ہے تقدیر اپنی اپنی
دیا ہے اوس شوخ دلستان نے کسی کو بوسہ کسی کو گالی

عطا کیا طبع نکتہ رس نے میرے قلم کو سخنوری مین
خیال انوکھا بیان اچھوتا زمین نئی اور روش نرالی

نقاش

[ف] یا تو ابی سینیا مستثنیٰ تھا اور یا وہ بھی اس کلیہ مین ضم ہوگیا۔ کپتان ولسن را حافظہ نہ باشد۔
نقاش

وکرم اُروسی

زندۂ جاوید ڈراما نویس کالیداس کے مشہور ڈراما کا اُردو
ترجمہ جس مین مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے۔ نے اپنی
بے مثل انشا پردازی کا ثبوت دیا ہی۔ ڈراما کے شروع مین فاضل
مترجم نے ایک مقدمہ لکھا ہے جسمین فن ڈراما پر ایک مبسوط اور عالمانہ تنقید
کی گئی ہے۔ اردو زبان مین یہ کتاب ایک بیش بہا اضافہ ہی ارباب ذوق سلیم
کا کتبخانہ اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ قسم اول مجلد عما/
غیر مجلد عما قسم دوم عہ/ غیر مجلد عہ/

یہ کتاب دفتر دکن ریویو حیدرآباد دکن سے مل سکتی ہی

عازمانِ حج

ملاحظہ فرمائین

حج کے لئے عازمان حج کے مکہ معظمہ جانے اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہونے کا زمانہ قریب آتا جاتا ہے۔

حاجیون کی کثرت کے باعث اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جہازون کا کرایہ بڑھ جاتا ہے اور جہازون مین آرام کی جگہ بھی مشکل سے ملتی ہے جن صاحبون کو آرام وکفایت کے ساتھ حج کے لئے بحری سفر کرنا مقصود ہو اُن کو چاہئیے کہ وہ ابراہیم جی اسمعیل جی لوٹیہ ایجنٹ حجاج ناگ دیوی روڈ بمبئی سے خط وکتابت کرین کیونکہ برٹش انڈیا جہاز ران کمپنی نے فروخت ٹکٹ کے لئے ان کو اپنا ایجنٹ مقرر کیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کمپنی کے جہازون مین جو نہایت تیز رفتار ہین اور جنمین برقی روشنی ہوتی ہے خورونوش کا انتظام نہایت اعلی درجہ کا ہے اول ودوم درجہ کے مسافرون کے لئے علاوہ ڈک (عرشہ) کے مسافرون کے لئے بھی ہر طرح کی راحت مہیا کی گئی ہے کمپنی مذکور کا جہاز اکتوبر مین بمبئی سے جدہ کو لنگر اُٹھائے گا۔

کشمیر کی بے نظیر اشیا

نمایش سنہ ۱۹۰۶ء مین طلائی تمغہ انعام ملا

گرم اونی کپڑا اور سودیشی کشمیرہ۔ خاص کشمیری شال کا مدار اور چادر و گلوبند پشمینہ۔ لیدہ اور الوان چاندی کے منقش اور سادہ برتن۔ نقشی قلمدان ودیگر اشیا۔ قالین۔ میزپوش۔ فیروزے اور اصلی نگینے میوہ جات

"

دررمربجات ۔ خالص سنگت شب کی ہولدلیان ۔ کنڈل ۔ زعفران خالص ۔ اصلی ممیرہ ۔ سلاجیت ۔ مشک ۔ بنفشہ اور خمیرہ بنفشہ وغیرہ وغیرہ ۔ ایک بار آزمائیے فہرست کے لئے درخواست کیجئے ڈیپارٹمنٹ جی ۱۱ ۔ کشمیر اینڈ تبت ٹریڈنگ کمپنی سری نگر ۔

التماس

ہمکو رسالہ "آفتاب جہالراپاٹن" کے لئے عمدہ مضامین کی ضرورت ہے چوٹی کے چار مضمون نگار صاحبان کی خدمت مین بشرط پسند انعام نذر کیا جائیگا مضمون فلس کیپ کے ۸ صفحون سے کم نہ ہونا چاہئے نظم کے پچاس اشعار ایک مضمون کے برابر متصور ہون گے ۔ مضامین آئندہ کے کل حقوق بحق رسالہ "آفتاب" محفوظ سمجھے جائین گے مضامین مین مذہبی اور پولیٹکل رنگ قطعی نہ ہونا چاہئے اور ۲۰ نومبر تک ہمارے پاس پہونچ جانا چاہئین ۔ ایک صاحب زیادہ سے زیادہ انعام حاصل کر سکتے ہین ۔ مضمون نمبر اول للعہ مضمون نمبر دوم ۔ مضمون نمبر سوم عہ مضمون نمبر چہارم ۔ مضمون حاصل کرنے کے لئے آفتاب کا خریدار ہونا ضروری ہے ۔ جو صاحب خریدار نہون وہ مضمون روانہ کرتے وقت خریدار ہو سکتے ہین ۔

المتلمس

منیجر آفتاب جہالراپاٹن رامپور

زنجبار

زنگی کا لفظ ہمارے فارسی اردو لٹریچر مین عام طور سے آتا ہے۔ یہ لفظ اسی ملک کا پتہ دیتا ہے۔ قدیم زمانہ مین اس کی حکومت سمندر پر بہت دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ عرب اسے بلاد زنج کہتے تھے۔ ابن بطوطہ اور دوسرے عرب سیاحون اور مصنفون نے اس کا ذکر کیا ہے۔ لیکن پندرہوین صدی کے آخر مین جب پرتگیز یہان پہنچے تو یہان کے بادشاہ کی حکومت مین زوال آگیا۔ پرتگیزون نے اس ملک مین بڑے بڑے ظلم کئے اور ملک کو لوٹ کھسوٹ کے تباہ کر دیا۔ سترہوین صدی مین ان کی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور عربون کا دور شروع ہوا۔ جسکی مختصر کیفیت یہ ہے۔ کہ ۱۶۹۸ء مین پرتگیزون کے ظلم سے تنگ آکر یہان کے باشندون نے سیف بن سلطان امام مسقط کو بلا بھیجا کہ وہ آکر انھین ان ظالمون کے پنجہ سے نجات دے۔ سلطان نے اپنی بحری قوت بھیجکر پرتگیزون سے ممباسہ زنجبار۔ پمبا اور کلوا لے لئے۔ لیکن امام کی یہ حکومت برائے نام رہی۔ ۱۷۴۴ء مین بعہد امام احمد بن سعید ممباسہ مسقط سے الگ ہو گیا اور لی بن عثمان جو وہان کا خاندانی حاکم تھا خود مختار فرمان روا بن بیٹھا۔ مگر ۱۸۳۲ء مین سید سعید نے پھر اسے اپنے ماتحت کر لیا۔ زنجبار ۱۷۸۴ء مین احمد بن سعید کے پوتے حامد بن سعید کے زمانے مین پورے طور پر زیر فرمان آیا اور اب تک اسی خاندان کی حکومت مین ہے۔

سلطان بن احمد نے ۱۸۰۴ء مین انتقال کیا۔ اور اسکے دو بیٹے سالم اور سعید اسکے جانشین ہوے۔ مگر چونکہ یہ صغیر السن تھے لہذا ان کے چچیرے بھائی بدر بن سیف کے ہاتھ مین رہی۔ بدر نے اس خوبی اور لیاقت سے کام کیا کہ سعید کو اس کی طرف سے شبہ پیدا ہو گیا اور اس نے ارادہ کیا کہ بدر کو ہلاک کر ڈالے۔ چنانچہ ایک

بہانہ سے اوسے بلایا۔ باتین ہوتے ہوتے خنجر و تلوار پر بحث ہونے لگی حاضرین
مین سے ایک نے بدر کا خنجر کمر سے نکال لیا۔ سعید نے فوراً تلوار کھینچ بدر کے شانے
پر ایک ہاتھہ مارا۔ بدر چیختا چلاتا بھاگا اور گھوڑے پر سوار ہو نکل گیا۔ مگر زخم کی تکلیف
سے تھوڑی دور جا کر گر پڑا اور سعید اور اسکے سوارون نے اوس کا کام تمام کر دیا۔
اوس کا چچا قیس ایک پندرہ برس کے لڑکے کی یہ چالاکی اور سُرتا پن دیکھکر دنگ رہ گیا
اور اپنے من چلے بھتیجے سے بہت خوش ہو کر صلح کر لی۔

سعید اس خاندان مین بڑا بہادر۔ دانشمند اور قابل فرمانروا گذرا ہے۔ جس قدر
وہ جنگ مین بہادر اور دلیر تھا اوسی قدر معاملات مین زیرک و دانا تھا۔ اوس نے ۴۴ سال
تک حکومت کی مگر اس کا سارا زمانہ بڑی بڑی مہمات سے بھرا ہوا ہے۔ وہ امام مسقط
اور سلطان زنجبار کہلاتا تھا۔ اور اسکی بہادری۔ فتوحات اور دانشمندی کی ایک دہوم تھی
اس کے زمانہ مین ممباسہ انگریزون کی حفاظت مین آگیا۔ مگر کچھ دنون کے بعد
انگریزون نے اوسے چھوڑ دیا اور سعید نے لڑ جھگڑ کے پھر اوسپر قبضہ کر لیا۔ زنجبار مین
اب اوس نے قیام اختیار کیا اور محل وغیرہ بنائے۔ اور اوس وقت سے تجارت
مین ترقی شروع ہوئی۔ اور اوس نے انگریزون اور فرانسیسون سے معاملہ کر کے
اپنی حکومت کا استحکام کیا۔ غلامی کی موقوفی کے متعلق اسی کے زمانے سے
تحریک ہوئی اور متعدد کوششین کی گئین۔ سعید نے ۱۸۵۶ء مین انتقال کیا۔ اوسکی
وصیت تھی کہ ایک بیٹا افریقہ اور دوسرا مسقط مین رہے۔ لیکن حکومت کے معاملہ
مین ایسی وصیتین ہمیشہ بیکار ہوتی ہین۔ غرض ایک بیٹا مسقط مین تھا دوسرا سید مجید
زنجبار مین۔ طے یہ ہوا کہ مجید چالیس ہزار کرون سالانہ اپنے بھائی کو ادا کرے
اور زنجبار کی حکومت پر قابض رہے۔ لیکن پہلے سال کے بعد اوس نے یہ
روپیہ دینا بند کر دیا۔ اسپر سے جھگڑا ہوا۔ آخر انگریزی گورنمنٹ نے بیچ بچاؤ کیا۔

اور ان شرائط پر تصفیہ کر دیا

۱۔ سید مجید زنجبار و مقبوضات کا فرمان روا رہیگا۔

۲۔ فرمانروا سے زنجبار کو ہر سال چالیس ہزار کرون حاکم مسقط کو دینے ہونگے

۳۔ سید مجید اپنے بہائی کو دو سال کی رقم ادا کرے۔

سید مجید کے انتقال پر ۱۸۷۰ء مین سید برغش تخت نشین ہوا۔ انگریزون نے تجارت وانسداد غلامی کے متعلق اس سے بہی ویسا ہی معاہدہ کر لیا۔ تجارت غلامان کے انسداد کے متعلق اس زمانہ مین بڑی جد وجہد کی گئی۔ اور سلطان پر گورمنٹ انگریزی نے انتہا سے زیادہ زور دیا کہ فوراً موقوف کر دی جائے۔ عرب سردار اسپر راضی نہین ہوتے تہے اور مخالفت پر آمادہ تہے۔ اور انگریزی گورمنٹ زور دیتی تہی۔ سلطان کی جان وبال مین تہی۔ آخر جب انگریزون کی طرف سے الٹیمٹم دیدیا گیا اور جنگی بیڑا لاکر کہڑا کر دیا گیا تو سلطان کو مجبوراً راضی ہونا پڑا اور اسکے بعد غلامی کی موقوفی کا اعلان کیا گیا۔ اس زمانہ سے انگریزون کا زور روز بروز بڑہتا گیا۔ ۱۸۷۵ء مین سلطان کو برٹش گورمنٹ نے انگلینڈ آنے کی دعوت دی۔ اوس نے دعوت قبول کی۔ لنڈن مین اسکی بہت آوبہگت ہوئی۔ اور سلطان اور انگریزون کے تعلقات اور مستحکم ہو گئے۔ اس زمانہ مین ایک عجیب واقعہ یہ ہوا کہ اہل جرمنی نے بہی مشرقی افریقہ مین قدم بڑہانے شروع کئے تہے۔ زنجبار کے ایک چہوٹے سے علاقہ سویرو کے سلطان نے اپنے تئین جرمن کمپنی کے حوالہ کر دیا۔ اور انہون نے اسکو اپنی حفاظت مین لے لیا۔ جب اس کی اطلاع سید برغش کو ہوئی تو وہ مارے حیرت کے دنگ رہ گیا۔ اور اوس نے اوسی وقت ایک تار برلن کو دیا اور خود وہان جانے کو مستعد ہو گیا۔ مگر انگریزی جنرل میتہوز نے روک لیا۔ انگریزی گورمنٹ اور جرمن گورمنٹ مین اس کے متعلق بہت کچہہ خط وکتابت ہوئی۔ مگر انگریزی گورمنٹ

وب جانے سے کچھ نہوا۔ سید برغش لایق فرمانروا تہا۔ اوس نے عمدہ عمدہ عمارتین بنوائین۔ شکر کے کارخانے قایم کئے۔ چشمے نکالے۔ زنجبار اور بمبئی کے درمیان دخانی اسٹیمر چلائے اور جب ڈاکٹر کرک انگریزی پولٹیکل ایجنٹ نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمین آپکا بیس ہزار پونڈ سالانہ کا نقصان ہو رہا ہے تو اس نے کیا عمدہ جواب دیا کہ "اگر صرف جہازون کو دیکہا جائے تو آپ کا کہنا سچ ہے لیکن یہ بہی دیکہنا چاہیے کہ انکی وجہ سے جنگی کی آمدنی کس قدر بڑہ گئی اور لوگون کو چیزین کس قدر سستی اور عمدہ ملنے لگین جس سے اونکی معاشرت اعلے درجہکی ہو گئی ہے۔" ۱۸۸۸ء مین سید برغش کا انتقال ہو گیا۔

برغش کے بعد اس کا بیٹا سید خلیفہ جو قید مین تہا تخت پر بیٹہا۔ اس کے زمانہ مین سلطان زنجبار کے حقوق سواحل جرمن کمپنی نے ۲ لاکہہ پونڈ مین خرید لئے۔ یہ رقم برٹش گورنمنٹ کے حوالہ کر دی گئی جس کا سود زنجبار کو ملتا ہے۔ سید خلیفہ کے بعد اسکا بہائی علی بن سعید تخت نشین ہوا۔ اس کے زمانے مین ملک بالکل انگریزون کے قبضہ مین آگیا۔ اور سارا انتظام انگریزی افسرون کے ہاتہہ مین دیدیا گیا۔ انگریزون کی چال بہت دہیمی مگر بڑی کارگر اور گہری ہوتی ہے۔ اب زنجبار اون کے ہاتہہ مین اسی طرح ہے جیسے کوئی ہندوستانی ریاست بلکہ اس سے بہی زیادہ۔ جس وقت انگریز زنجبار مین تجارت غلامی کے انسداد پر زور دے رہے تہے اور سلطان کو طرح طرح سے مجبور کر رہے تہے تو سید برغش بن سعید نے انگریزی سفیر سے خوب بات کہی کہ "دو بار تم نے سید سعید کے زمانہ مین اپنے مطالبات پر زور دیا۔ اسی طرح ایک بار تم نے سید مجید کے زمانہ مین ہمین دبانا چاہا۔ اب چوتھی بار مجہپر سختی اور تشدد کر رہے ہو۔ اب نہ معلوم پانچوین بار تم کیا طلب کروگے مین کیونکر جانون کہ یہ تمہارا آخری مطالبہ ہے۔ کیا اس کے بعد کچھ نہین!"

سلطان کا کہنا بالکل ٹہیک تھا۔ اب انہین کسی مطالبہ کی ضرورت نہین - اب ملک اون کا ہے حکومت اون کے ہاتہہ مین ہے۔ سلطان مثل ایک پنشنر کے ہے۔

سلطان خلیفہ کا انتقال سنہ ۱۸۹۰ء مین ہوا اور اوسکے بعد علی بن سعید تخت پر بیٹھا۔ اور سنہ ۱۸۹۶ء مین انتقال کر گیا۔ اوس کا جانشین سید حامد بن ثوینی ہوا۔ ان دونونکی حکومت کم زور تہی۔ اور کوئی امر ایسا نہین جو قابل ذکر ہو۔ البتہ سنہ ۱۸۹۲ء خاص طور سے قابل ذکر ہے کیونکہ اس سن سے انگریزی انتظام باقاعدہ طور سے شروع ہوا اور جنرل میتہوز پہلا وزیر سلطنت زنجبار کا قرار دیا گیا۔ سلطان کی تنخواہ مقرر ہوئی۔ آمدنی وخرچ کے حسابات قاعدہ سے رکہے گئے۔ اور مختلف محکمے انگریزی افسرون کے تحت مین دے گئے اور بلا منظوری قونسل جنرل کے کسی کو انگریزی افسرون کے ہٹانیکا اختیار نہ تہا۔ سید علی کے انتقال پر حامد بن ثوینی تخت نشین ہوا۔ اور سنہ ۱۸۹۶ء مین اسکے انتقال پر خالد بن برغش تخت پر بیٹھہ گیا۔ انگریزون کو یہ ناگوار ہوا کہ بغیر ان کی منظوری کے یہ تخت نشینی کیسے عمل مین آئی۔ حالانکہ رعایا اس سے راضی تھی اور یہ بڑا بہادر اور قابل شخص تہا لیکن انگریزون نے گولہ باری کر کے محل سلطانی کو مسمار کر دیا۔ خالد نے بہاگ کر جرمن قونسل خانہ مین پناہ لی۔ اور سید محمود تخت پر بٹہایا گیا۔ سنہ ۱۹۰۲ء مین سید محمود کا بہی انتقال ہو گیا۔ یہ شخص انگریزون کی گون کا تہا اور انگریزون کو بہت چاہتا تہا۔

اب سلطنت کا انتظام وزیر کے ہاتہہ مین ہے۔ جس کا تقرر فارن آفس کے اختیار مین ہے۔ اور زیر یورپین افسرون کا ایک اسٹاف ہے جو مختلف محکمون کے افسر ہین۔ سلطنت برطانیہ کی طرف سے ایک قونسل جنرل رہتا ہے۔ جو علاوہ انگریزی رعایا کی آزادی کے ذمہ دار ہونے کے گورمنٹ زنجبار اور فارن آفس کے

درمیان بطور وکیل کے ہے۔ زنجبار اور پمبا ضلعون اور تعلقون مین منقسم ہین۔ جن کے اعلے افسر انگریزی ہین اور اون کے ماتحت عرب حکام ہین۔ عدالتون مین مقدمات کے تصفیہ کے لئے قاضی مقرر ہین۔ مگر وہ تمام معاملات جن مین یورپین مدعی یا مستغیث ہون برٹش کورٹ مین پیش ہوتے ہین۔ ایک عدالت اپیل بھی ہے حسابات انگریزی اور عربی دونون زبانون مین رکھے جاتے ہین جن پر برٹش ایجنٹ اور قونسل جنرل کی نگرانی ہے جس کی منظوری کے بغیر کسی نئے خرچ کا اضافہ نہین ہو سکتا۔

موجودہ فرمانروا کا نام سید علی بن سید محمود ہے۔ جب اس کے باپ کا انتقال ہوا تو یہ انگلینڈ سے واپس آرہا تھا۔ جہان وہ دربار تاجپوشی شاہ ایڈورڈ مین اپنے باپ کی طرف سے شریک ہوا تھا۔ واپس آنے پر اسکی تخت نشینی کا اعلان کیا گیا مگر چونکہ بالغ نہین ہوا تھا لہذا مسٹر راجر وزیر سلطنت ایجنٹ قرار دیا گیا۔ اس نوجوان فرمانروا نے انگلستان کے اسکول ہیرو مین تعلیم پائی تھی۔ اور انگریزی خوب بولتا ہے اب اسے اختیارات مل گئے ہین ہر چند اس نے چاہا کہ اسکے اختیارات مین کچھہ توسیع ہو لیکن برٹش گورنمنٹ ایسی لاطائل باتین کب سنتی ہے۔ سارے اختیارات قونسل جنرل کو حاصل ہین نام کو سید علی سلطان ہے مگر در اصل سلطان قونسل جنرل ہے۔ یہان تک کہ سلطان کی تمام خط و کتابت پہلے قونسل جنرل کی نظر سے گذرتی ہے اور اسکے بعد منزل مقصود کو روانہ کی جاتی ہے۔ آجکل انگلستان مین لبرل گورنمنٹ ہے اور اس لئے امید کی جاتی ہے کہ وہ اس قسم کے قیود کو اٹھا دے گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پارلیمنٹ لبرل اور کنسرویٹو انگلستان کے لئے ہے غیرون کے لئے وہ قریب قریب یکسان ہے۔

مسلمان یہان کے شافعی مذہب کے سنی ہین۔ مگر سلطان اور اون کے اقربا

ابافنی ہین۔ مختلف عیسائی مشن بہی اس جزیرہ مین مصروف بکار ہین۔

یہان پولس وغیرہ سب ملاکر ۶۰۰ آدمیون کی فوج ہے جس کا کمانڈر انگریز ہی

باوجود تمام نقصانات کے جو بعض حصون کے چہن جانے سے اسے ہوے

اسس ملک کا رقبہ ۱۸۸۵ء مین ۲۰۴۲۰ مربع میل اور آبادی ۹۶۵۰۰۰ تہی۔ لیکن اسکے

بعد سے بعض اور علاقے یورپین دول کے نذر ہوے اور اب اس کا رقبہ مع پمبا کی

۱۰۲۰ مربع میل اور آبادی تخمیناً ۲ لاکہہ ہے۔ جسمین سے ایک لاکہہ صرف شہر

زنجبار کی ہے۔

عربون کی تعداد یہان پندرہ ہزار کے قریب ہے۔ یہ لوگ یہان زمیندار اور

صاحب املاک وجائداد ہین۔ اور یہان کی پیداوار کی رونق انہین کی وجہ سے ہے

خاصکر لونگ کی کاشت جو وہان بکثرت ہوتی ہے اور جس کی بہت بڑی تجارت

انہین کے ہاتہہ مین ہے۔ عرب بہت بڑے منتظم اور ہوشیار ہوتے ہین۔ زنجبار

مین انہین یورپین پر بہی ترجیح ہے۔ کیونکہ یورپین بوجہ آب وہوا کے گرم اور مرطوب

ہونے کے اس قدر محنت اور نگرانی نہین کر سکتے۔ عرب وہان بہی اپنے اخلاق مہمان

نوازی صبر واستقلال کے لئے مشہور ہین۔ لیکن زیادہ تر آبادی یہان سواحلی قوم کی ہے

جو ایک قسم کے دوغلے لوگ ہین۔ جو اونی درجہ کے کاروبار۔ مزدوری یا خدمتگاری

کرتے ہین۔ یہان کی دلیسی اور سواحلی عورتین باہر پہرتی ہین اور کسی قسم کا پردہ

نہین کرتین۔ لیکن عرب عورتین پردے مین رہتی ہین۔ اور سوا اسے رات کے

جب وہ برقعہ پہنکر ایک دوسری سے ملنے جاتی ہین اور کسیوقت باہر نظر نہین

آتین۔ کانون مین بالے بالیان اور ناک مین بلاق اسی طرح پہنتی ہین۔ جیسے

ہندوستان کی عورتین۔

بنئے۔ خوجے۔ بوہرے۔ ہندو۔ پارسی بکثرت پائے جاتے ہین۔ ان کی

تعداد دس ہزار کے قریب ہے۔ زنجبار اور شرقی افریقہ کی تجارت انہین ہندی تاجرون کے ہاتھہ ہے۔

یہان کی بڑی پیداوار لونگ ہے۔ جسے سلطان سید سعید نے بہت کچھہ ترقی دی اور اس کی وجہ سے عربون کو اس کی کاشت کا شوق پیدا ہوا۔ جسکی اب یہ کثرت ہے کہ دنیا کی کل لونگ کی پیداوار مین ۴/۵ حصہ یہان کی لونگ کا ہے یعنے ایک کروڑ چھبیس لاکھہ پونڈ سالانہ کی پیداوار ہے۔ اسکے علاوہ چانول۔ ناریل۔ ربڑ۔ کیلا۔ اناس۔ نارنگی۔ آم۔ گنا۔ پان۔ تمباکو پیدا ہوتا ہے۔

اس جزیرہ کی حالت ترقی پذیر ہے۔ اسلئے کہ اس کا بندر بہت اچھا ہے۔ جہان ہر موسم مین ہر قسم کے جہاز آجا سکتے اور رہ سکتے ہین بارش خوب ہوتی ہے زمین سرسبز اور زرخیز ہے۔ لونگ کی کاشت اور تجارت کی وجہ سے بہت سے ہندی تاجر اور کاروباری لوگ یہان آبسے ہین اور یورپین کارخانے قایم ہوگئے ہین ایک تین[۳] فٹ چوڑی چھوٹی لائن ریل کی شہر زنجبار سے اریل اور لونگ کی باغات تک جو شمال مین واقع ہین ایک امریکن کمپنی تیار کر رہی ہے۔ علاوہ اسکے ریلوے برقی روشنی اور ٹیلیفون کے قایم کرنے کی بھی تجویزین ہو رہی ہین۔

افریقہ مین اسلام کی اشاعت اور موجودہ حالت

ساتوین صدی عیسوی کے وسط مین جب عمرو بن العاص نے مصر پر چڑہائی کی اسلام کی اشاعت براعظم افریقہ مین اسی وقت سے شروع ہوگئی۔ وہان اسلام کے قدم جم جانے کی ایک وجہ یہ بہی ہوئی کہ مصر کے عیسائیون کو سلطنت روم سے بوجہ اوس کے مذہبی عناد اور ظلم و بے انصافی کے سخت نفرت ہوگئی تہی۔ اسلئے اونہون نے ایک ایسی حکومت کا جس نے انہین آزادی اور انصاف عطا کیا نہایت خوشی سے ساتھ خیر مقدم کیا اور بہت غنیمت سمجہا۔ تہوڑے سے ہی زمانہ کے بعد قبطیون نے اسلام قبول کرلیا۔ اور اسلام کی تعلیم نے رفتہ رفتہ سارے ملک مین گہر کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ اس کے ثبوت مین سب سے دلچسپ اور زبردست شہادت یہ ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت مین محصول کی رقم ایک کروڑ بیس لاکہہ تہی۔ چند سال بعد پچاس لاکہہ رہ گئی یعنے عیسائی کثرت سے مسلمان ہوگئے۔ مولانا عمر بن عبد العزیز کے زمانہ مین یہ آمدنی اور گہٹ گئی اور حاکم مصر نے یہ تجویز کی کہ جو لوگ آیندہ مسلمان ہون وہ جزیہ سے مستثنےٰ نہ کئے جائین۔ لیکن خلیفہ نے یہ تجویز منظور نہ کی اور جواب مین یہ یادگار جملہ فرمایا "اگر کل عیسائی مسلمان ہوجائین تو بہی مجہے ایسی ہی خوشی ہوگی۔ خدا نے اپنے نبی کو آدمیون مین رسول کرکے بہیجا تہا نہ کہ محصول جمع کرنے والا"۔ علاوہ اس کے خود عیسائیون کی غفلت اور آپس کہ لڑائی جہگڑون نے عیسائیون پر برا اثر ڈالا اور عیسائی برضا و رغبت مسلمان ہوگئے

علاوہ مصر کے نوبیہ مین اسلام کی اشاعت تیرہوین صدی عیسوی کے بعد شروع ہوئی حالانکہ نوبیہ خود مختار سلطنت تہی اور مسلمانون کے تحت مین نہین آئی تہی وہان مذہب اسلام کی اشاعت مسلمان تاجرون اور سیاحون کے ذریعہ سے ہوئی

نوبیہ کے خاص شہر ڈنگولہ کا بادشاہ مسلمان ہو گیا اور اس کا اثر رعایا پر پڑا۔ وہان اسلام بتدریج اور ایک عرصہ مین پھیلا۔ اور لوگ خود بخود اسکی طرف مائل ہوئے۔

لیکن حبش کے باشندون نے نوبیہ والون سے بہت پہلے اسلام قبول کیا۔ یہان سب سے بڑا کام اسلام کے ایک مناد ابو عبداللہ محمد نے کیا جس نے مذہب کی اشاعت مین بہت کوشش کی۔ سولہوین صدی کے ابتدا مین احمد نامی ایک سردار نے جو آنجو کے قسیس کا بیٹا تہا اور جس نے مذہب اسلام قبول کر لیا تہا ملک حبش پر لشکر کشی کی اور بہت سے عیسائی اسکے ساتھہ مسلمان ہو گئے۔ اور بعض مقامات مین کثرت سے عیسیون نے اسلام قبول کرنے مین سبقت کی۔ جو مسلمان حبش کے بادشاہ کے ہان ملازم تہے اونہون نے بھی اشاعت مذہب مین کوشش کی۔ اور اٹھارہوین صدی مین بعض اوقات ایسا ہوا کہ خود مختاری حاصل کرنے اور اعیان مملکت مین شمار ہونے کے لئے مسلمانون نے اپنے تئین عیسائی مشہور کیا اور حبش کے صوبجات پر حاکم مقرر ہو کر تبلیغ اسلام کا کام کیا۔ لیکن اسلام کی اشاعت مین کامیابی کا خاص سبب یہ تہا کہ حبشی عیسائیون کے مقابلہ مین مسلمان اخلاقی برتری رکھتے تہے اور یہ کچھہ مردون ہی پر موقوف نہ تہا بلکہ بعض عورتون نے اپنے تئین عیسائی ظاہر کر کے حبش کے عیسائی سردارون سے شادیان کین اور اپنی اولاد کو مسلمانون کے مذہب پر اٹھایا اور اسلام کی اشاعت مین ہر طرح مدد دی۔ ادیل لکھتا ہے کہ "حبش کے سفر مین اوسنے اکثر یہ بات دیکھی کہ جب کوئی منصب ایسا خالی ہوا جسکے لئے معتمد یا مستدین شخص کے انتخاب کی ضرورت ہوئی تو ہمیشہ مسلمان منتخب ہو کر مقرر ہوا۔ عیسائیون کے مقابلہ مین مسلمان زیادہ چست اور محنتی تہے۔ ہر ایک مسلمان اپنے بیٹون کو لکھنا پڑھنا سکھاتا تہا لیکن عیسائیون کے بچے اوسی وقت تعلیم پاتے تہے جبکہ اون کو قسیس بنانے کی خواہش ہوتی تہی۔" غرض کبھی تاجرون اور عام مسلمانون

کی کوشش سے کبھی فتوحات کے ذریعہ سے اور کبھی عیسائیون کی غفلت اور کبھی کسی پرجوش داعی اسلام کی مستعدی اور بعض اوقات اسلامی اخلاق کی برتری اور فضیلت کی وجہ سے حبش و دیگر ممالک مین مذہب اسلام کو ترقی ہوئی۔

بربر کی فتح کے ساتھہ (سنہ ۷۰۰ء) وہان کی ملکہ اور قوم مسلمان ہوگئی فاتح افریقہ موسیٰ نے وہ تمام روپیہ جو خلیفہ نے اوسے بھیجا تہا اچھے اچھے نوجوان شریف صورت غلامون کے خریدنے مین صرف کیا۔ اور وہ سب اسلام قبول کر لیتے تھے اور جو جس کام کے مناسب معلوم ہوتا اُسے اوسی کام پر مقرر کر دیا جاتا تہا۔ یہان تک کہ بعض اون مین سے فوج کے بڑے بڑے عہدون پر مقرر ہوے۔ گیارہوین صدی کے زمانہ مین ایک بزرگ عبداللہ ابن یٰسین نے مذہب کی تلقین اور اشاعت مین بہت بڑا کام کیا۔ انہون نے جزیرہ سنیگال مین ایک خانقاہ قایم کی اور مختلف لوگ اسکے مرید ہوے جن کو انہون نے یہ ہدایت کی کہ اپنی اپنی قوم مین جاکر اسلام پہیلائین اور لوگون کو راہ راست پر لائین۔ مرشد اور مریدون نے بہت کوشش کی اور سخت محنت و مشقت اٹھائی مگر لوگ ضلالت سے نہ نکلے۔ اس لئے اُنہون نے باہم جمع ہوکر اُن پر حملہ کیا اور پھر سب نے ایک ساتھہ مذہب اسلام قبول کر لیا اور اون قومون کے ذریعہ سے دوسرے لوگ بہی مسلمان ہو گئے۔

صحرا کے بعد سوودان مین تحریک شروع ہوئی۔ بربر کے واعظین اور عرب سوداگر یہان بہی پہنچے۔ اور اون کے ساتھہ ساتھہ اسلام بہی آیا۔ مراکو مین جو سلطنت قایم ہوگئی تھی اسکے اثر سے بہت سے لوگ مسلمان ہوے۔ شہر تمبکتو گیارہوین صدی مین اسلامی علوم و فنون کا مرکز تہا۔ ابن بطوطہ نے (چودہوین صدی عیسوی مین) اپنے سفرنامہ مین نیگرو اقوام کے پابند صوم وصلوٰۃ ہونے کی بہت تعریف کی ہے اور قوم ماندنگو کا خصوصیت کے ساتھہ ذکر کیا ہے جو اپنی دیانت اور سعی تبلیغ اسلام

مین بہت ممتاز تہی۔ بورنو کا ذکر پہلے ہوچکا ہے یہان کے بادشاہ نے اسلام قبول کیا اور اسی طرح ریاست کانم مین بہی اسلام پہیل گیا۔ اور اس کی وجہ سے ان ریاستون کو اور رونق ہو گئی۔ چودہوین صدی مین تونس سے عرب بورنو کی وادی سے گزر کر دارفر مین پہنچے۔ ان مین ایک شخص احمد نامی تہا جسپر یہان کا بادشاہ بہت مہربان تہا۔ اس نے کاروبار سلطنت اور معاملات مین اس قدر لیاقت سے کام لیا اور رعایا مین امن و امان پہیلایا کہ بادشاہ نے خوش ہوکر اپنی بیٹی سے اسکی شادی کردی۔ اور اوس کو اپنا وارث و جانشین قرار دیا۔ لوگ اس انتظام سے بہت خوش ہوئے۔ غرض اس طرح اسلام کے قدم وہان جم گئے۔ اور پہر اس خاندان کے بادشاہ سلیمان نے سولہوین صدی مین سارے ملک کو مسلمان کر لیا۔ اسی طرح ہوسا کی علداریان بہی رفتہ رفتہ مسلمان ہوگئین اور وادی کی علداری جب مسلمانون کی ہوگئی تو وہ مرکز اسلام بن گئی۔ اور سوڈان کے باشندے کثرت سے اسلام مین داخل ہونے شروع ہو گئے۔

اٹھارہوین صدی عیسوی مین ایک شخص شیخ عثمان دانفودیو نے جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ اشاعت اسلام مین خاص کام کیا ہے۔ یہ شخص فلاحین افریقہ مین سے تہا اور جب مکہ سے حج کرکے سوڈان واپس آیا تو اس کے دل مین مسلمانون کی اصلاح کا جوش پیدا ہوا۔ جس زمانہ مین وہ مکہ مین تہا وہان وہابیون کا بہت زور تھا اسپر بہی وہابیہ اصول کا بہت اثر ہوا۔ چنانچہ اس نے واپس آکر قبر پرستی اور پیر پرستی کے خلاف کوشش کرنا شروع کی اور سب سے بڑا کام یہ کیا کہ سوڈان کے باشندون مین جو شراب خواری اور بدکاری عام طور سے پہیلی ہوئی تہی اُس پر سختی سے حملہ کیا۔ اور اس عادت کو پہر اُن سے چہوڑا۔

فلاحین جو اب تک مختلف جرگون اور فرقون مین منتشر تہے اور مویشی چرا کر اپنی گذر اوقات کرتے تہے۔ اس زمانے مین بڑے محنتی متواضع۔ اور فاتح قوم ہو گئے۔

شیخ عثمان نے ان سب منتشر اور متفرق جرگون کو جمع کرکے ایک قوم بنایا اور ان مین مذہب کا جوش پیدا کیا۔ ہوسا۔ گبکتو۔ بورنو وغیرہ کے بادشاہون کو خطوط لکھے کہ یا تو وہ اپنی اور اپنی رعایا کی اصلاح کرین۔ ورنہ عثمان اونکی تنبیہ کے لئے پہنچتا ہے۔ غرض اس قوم مین وہ جوش ہمت اور جراءت پیدا ہوئی کہ آس پاس کے تمام ممالک فتح کر لئے۔ اور منتشر گروہون کو فتح کرکے اُن مین انتظام قایم کیا۔ اور خود ایک شہر سقوطو آباد کیا جو اسلامی حکومت کا دارالحکومت قرار پایا اور اسی طرح اداموا وغیرہ کئی ریاستین قایم کین عثمان نے فلامین کو نہ صرف ایک فاتح قوم بنایا بلکہ اُنمین جوش اسلام کے ساتھہ ایک ایسا انتظامی مادہ پیدا کیا کہ انہین اب تک افریقہ کے تمام اقوام مین فوقیت حاصل ہے۔ فتوحات کے بعد امن وامان کے زمانہ مین تبلیغ اسلام کا کام ہمیشہ زیادہ سرعت اور خوبی کے ساتھہ انجام پایا۔

علاوہ ان ذرایع کے جو ازروے فتوحات حاصل ہوے سب سے بڑا ذریعہ اشاعت اسلام کا نہ صرف افریقہ مین بلکہ تمام ممالک مین پاک نفس صوفیہ کا گروہ ہوا ہے۔ ان لوگون کے پاک اخلاق اور سیرت کا اثر جادو کی طرح ہوا اور جہان یہ گئے لوگ جوق جوق اُن کی بیعت کے لئے دوڑے ہوے آئے۔ افریقہ مین خاندان خضریہ کے ایک بزرگ احمد ابن ادریس نے اٹھارہوین صدی مین اپنے ایک مرید محمد عثمان کو تبلیغ اسلام کے لئے مامور کیا اور اسوان وڈنگولہ و نوبیہ مین ہزارہا لوگون نے ان سے بیعت کی اور اونکی شہرت دور دور تک پہنچ گئی۔ کاردوخان مین بت پرستون کو مسلمان کرنا شروع کیا۔ اور محض اون کے اخلاق و وعظ کے اثر سے بہت سے بت پرست فرقے اسلام لے آئے۔ اسی طرح سلسلۂ قادریہ اور تجانیہ کی کوششون سے بھی اسلام کی ترقی ہوئی۔ سلسلۂ قادریہ کے لوگ پندرہوین صدی مین صحراے اعظم پہنچے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے اُس وقت انہین کچھہ کامیابی نہوئی۔ بہرحال اس زمانہ مین اس سلسلہ کے بزرگون نے سوڈان

اور افریقہ کے دوسرے حصون مین اشاعت اسلام مین بہت کوشش کی۔ بت پرستون
مین پہنچ کر انہون نے اپنا اثر ڈالنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ بہت سے لوگون کو مسلمان
کر لیا۔ انہون نے مدرسے قایم کئے اور اپنی مثال اور تعلیم سے لوگون پر بہت اچھا اثر
ڈالا۔ اسی طرح الجزیرہ کے صوفی خاندان تجانیہ نے بہی مدارس کے ذریعہ سے اشاعت
اسلام مین بہت کوشش کی۔ لیکن تجانیہ نے اس کے علاوہ بذریعہ فتوحات بہی اسلام
کو پہیلایا۔ اس مین بڑا حصہ عمر الحاجی کا تہا جو مکہ مین تجانیہ خاندان کے ایک بزرگ
کا مرید ہوا۔ اور انیسوین صدی کے وسط مین سوودان مین واپس آکر ایک لشکر جمع کیا
اور بت پرست اقوام کو فتح کیا۔ عمر الحاجی نے بت پرستون مین اسلام پہیلانے کی کوشش
کی اور جو پہلے سے مسلمان تہے مگر ان کے مذہب مین ضعف آگیا تہا ان کی اصلاح کی
عمر الحاجی کے بعد اسکے جانشینون نے بہی ایک مدت تک اس کام کو جاری رکہا۔
اسکے بعد ماندنگو قوم کے سردار امام محمد نے بہی عمر الحاجی کی طرح ایسی ہی کوشش
بت پرست اقوام کے فتح کرنے اور اُن مین اسلام پہیلانے کے متعلق کی۔ اور کئی بت پرست
ریاستون کو اسلامی واعظین کی مدد سے مسلمان کر لیا۔ اور انہین اسلامی اصول سکہلائے
ہر جگہہ مسجدین بنوائین اور مدارس قایم کئے۔ اگرچہ امام نے بزور شمشیر بعض ریاستون کو
فتح کیا۔ لیکن اسلام کی تبلیغ مین اس نے ہمیشہ موعظت اور تلقین سے کام لیا مسٹر بلائیڈن
لکہتے ہین کہ وہ جس بت پرست قوم کو دعوت دیتا تہا لوگ بغیر لڑے جہگڑے خوشی
خوشی اسلام قبول کر لیتے تہے۔

فتوحات و جنگ و جدل سے فی نفسہ اسلام کو کچہ فائدہ نہین پہنچا۔ اس کا اثر
ہمیشہ عارضی رہا۔ لیکن سب سے بڑا فائدہ ان بزرگون سے پہنچا ہے جنہون نے اپنے
تمام دنیاوی فوائد پر خاک ڈالکر محض اسلام کی خدمت کے لئے اپنے تئین وقف
کر دیا۔ اور اپنی تعلیم و پند و نصائح اور اپنے اخلاق سے لوگون کو ایسا گرویدہ کیا کہ وہ خود

بخود مسلمان ہوگئے یا جنہون نے جوش اسلام سے کام لیکر بت پرستون یا خود مسلمانونکی اصلاح کی۔ اس قسم کے لوگ یا فرقے اسلام مین بکثرت پائے جاتے ہین۔ اور انہون نے وقتاً فوقتاً اسلام کی خدمت مین حیرت انگیز اثر او رجوش وہمت سے کام لیا ہے۔

جس طرح افریقہ کے صحرا اور ریگستان مین کہین کہین سر سبز خطے نکل آتے ہین اسی طرح اس غفلۃ نصیب بر اعظم مین اب بہی کبہی کبہی ایسی حرکت پیدا ہو جاتی ہے جس سے پیدا ارجنت یورپ بچین ہو جاتا ہے۔ فرقہ سینوسی کی مستعدی بہی اسی قسم کی تحریک سمجہی گئی تہی اور شاید اب بہی سمجہی جاتی ہو۔ جس کی وجہ سے عرصہ ہوا یورپ مین بڑی تشویش پیدا ہو گئی تہی اور یہہ خیال ہو گیا تہا کہ یہ فرقہ دنیا کا تختہ الٹ دے گا۔ اور یورپین تہذیب وترقی کے طلسم کو توڑ ڈالے گا۔ حالانکہ یہ کوئی پولیٹکل فرقہ نہین بلکہ ایک مذہبی فرقہ ہے جس کا مقصد تلقین وموعظت کے ذریعہ سے مذہبی اور تمدنی اصلاح کرنا ہے۔ انکے متعلق سب سے زیادہ مبالغہ آمیز تحریرین فرانسیسی مصنفین کی تہین۔ اور پہر رفتہ رفتہ اسکی شہرت تمام عالم مین پہیل گئی۔

اصل حقیقت اس کی یہ ہے کہ جب الجیریا مین فرانسیسون سے جنگ چہڑی ہوئی تہی تو ایک شخص سید محمد السینوسی ساکن اوران وہان سے بہاگ کر مکے چلا گیا۔ اور کچھ دنون وہان رہ کر صوبہ بنغازی (علاقہ طرابلس) مین آکر آباد ہوا۔ جہان اس نے ایک جہونپڑا بنایا جو سفید تہا اور اُس کا نام زاویۂ بیضا رکہا۔ اس شخص نے یہان مذہب کی اشاعت واصلاح کا کام شروع کیا۔ اس کے اصول قریب قریب وہابیون کے سے تہے۔ اس نے توحید کا سچا سبق سکہایا اور لوگون کو برائی سے روکنے اور بہلائی کی طرف رجوع کرنے کی تاکید کی۔ اسی مقام پر ۱۸۴۴ء مین اسکے ایک بیٹا پیدا ہوا جسکا نام اس نے مہدی رکہا۔ ۱۸۵۳ء مین سید محمد جغبوب چلا گیا۔ جو ایک چہوٹی سی شاداب جگہہ ہے اور مصر کے شہر سیوا سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہان آکر اس نے

سنہ ۱۸۵۹ء مین انتقال کیا۔ مہدی کی عمر اس وقت قریباً دس سال کی تہی۔ اسکی پرورش باپ کے رفیقون اور دوستون نے کی اور انہین لوگون مین اس نے تعلیم و تربیت پائی۔ یہ بڑا متقی اور پرہیزگار مسلمان تہا۔ اور اسی وجہ سے اپنے گرد و پیش کے لوگون مین شیخ کہلانے لگا۔ رفتہ رفتہ صحرا مین اس کا اثر بڑہنے لگا اور اس کے تقوے اور تعلیم کی شہرت دور دور پہیل گئی۔ اس نے اپنے باپ کے کام کو جاری رکہا۔ اور سودان کے وسط مین جو ریاستین ہین وہان اس نے اسلام کی خدمت کرنی شروع کی اور مسلمانون مین مذہبی اصلاح کا بیج بویا۔ چالیس سال تک وہ جغبوب مین سلطان المعظم کی فرمان بردار رعایا بنکر رہا اور کبہی کسی سازش مین شریک نہوا۔ سنہ ۱۸۹۴ء مین وہ شمالی افریقہ کے مقام بارکو مین چلا گیا۔ اور وہان سے وادی پہنچا۔ جہان اسکی بڑی عزت و حرمت ہوئی۔ اس نے ہمیشہ لوگون کو پرہیزگاری اور نیکی کا سبق دیا اور اس کا اثر صحرا کے حبشیون سودانیون اور بدوؤن پر نہایت عمدہ پڑا اور بہت سی بت پرست اقوام مثل بالی اور نیدا کے جو برائے نام مسلمان تہین اوسکی تعلیم سے پابند شرع ہوگئین۔ اس کی خانقاہین مصر سے لیکر مراکو تک بلکہ صحراے اعظم اور سودان کے شاداب قطعات مین جا بجا موجود ہین۔ اور اسی کی تعلیم کا اثر افریقہ کے علاوہ جاوہ۔ جزائر ملایا۔ مراکو۔ اور عرب تک ہے۔ اُن کا ایک صدر مقام مکہ مین بہی تہا۔ جہان مختلف ممالک کے حجاج اور بدوی انکے فرقہ مین شریک ہوتے تہے۔ حاجی لوگ امام سنیوسی کی تعلیم اپنے ساتہہ گہرون کو لے جاتے اور جگہہ جگہہ پہیلاتے تہے۔ اوس کا مقصد کسی خاص فرقہ کی بنیاد ڈالنا نہ تہا۔ وہ صرف مذہبی اشاعت و اصلاح چاہتا تہا۔ گویا یہ ایک قسم کے درویشون کی برادری تہی۔ اسکے اصول حقیقی توحید پر مبنی ہین اور جو رسوم اور عقاید قرآن کی تعلیم کے مخالف ہین اوسکی وہ سختی کے ساتہہ ممانعت کرتا تہا۔ اس کا حکم تہا کہ صرف خداے وحدہٗ لاشریک کی بندگی کرو۔ فقیرون اور درویشون کی

وبحد تعظیم اور مقابر کی زیارت سے پرہیز کرو۔ تنباکو اور قہوہ نہ پیو یہودیون اور عیسائیون سے زیادہ رسم نہ پیدا کرو۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ترقی اسلام مین ساعی رہے اور اگر وہ یہہ نہین کر سکتا تو اپنی آمدنی کا ایک حصہ اس جماعت کے لئے دے اہل یورپ سے بچنے کی بھی تاکید ہے۔ جو درحقیقت افریقہ جیسے ملک مین بہت ضروری ہے۔

غرض ان باپ بیٹون کا اثر ایسا اچھا ہوا کہ افریقہ اور مجمع الجزایر کے اکثر حصون مین اسلامی تحریک پیدا ہوگئی۔ لوگ اسلام کی طرف زیادہ رجوع ہونے لگے۔ ملک گالا اور شہر ہرار اور وادی مین اسلام کی اشاعت ہوئی۔ اور جو اقوام پہلے سے مسلمان ہوگئین تھین اون سے بدعتین دور کین اور اب تک۔ اثر قایم اور یہ کام جاری ہے۔ اس مصلح قوم نے ۱۹۰۲ء مین بمقام کاسم انتقال کیا۔

جس طرح اہل یورپ نے یہہ مبالغہ کیا تہا کہ اسکے ساتہہ لاکہون آدمیون کا مسلح لشکر ہے اور وہ مسیحی دنیا کو تہ و بالا کرنا چاہتا ہے اسی طرح بعض لوگون نے اسپر بہت سے اور بہتان باندہے تہے مگر وہ ان دونون سے بری تہا۔ وہ سچا مسلمان اور اپنی قوم کا مصلح تہا۔ اس نے حتی الامکان اپنے مذہب اور قوم کی خدمت کی۔ جس کا اثر اب تک باقی ہے اور کیا تعجب ہے کہ یہی خفیف لہرین ایک دن ایسا طوفان پیدا کرین جو افریقہ مین ایک جدید اور عجیب تغیر کا باعث ہون۔

حال مین مقبوضات فرانس کے ایک حصہ جرمہ اور انگریزی علاقہ سقوطو مین ایک ہی وقت مین شورش بپا ہوئی اور اس مین دو فرانسیسی اور پانچ انگریز کام آئے تو اس سے انگریزون اور فرانسیسون کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مغربی افریقہ مین کوئی قومی اتحاد موجود ہے۔ حالانکہ یہ بالکل افسانہ ہے اور ایک شورش کو دوسری سے کوئی تعلق نہین تہا۔ مغربی افریقہ مین اگر کمی ہے تو اس بات کی کہ اُن مین اتحاد نام کو نہین اور ہندوستان کی طرح وہان بھی ایسی ہی فرقہ بندی اور سلسلہ بندی ہے۔ جن پاک نفس بزرگون نے وہان

تبلیغ اسلام کا مشکل اور مقدس کام کیا تہا۔ اون کی اولاد اور جانشین اب مشایخ بن بیٹھے ہین۔ اور ہر ایک پیر نے اپنی بساط الگ بچہا رکہی ہے۔ مریدون کی کمائی سے اپنا پیٹ پالتے ہین اور کاہلی اور آرام طلبی مین بسر کرتے ہین۔ اور صرف اوراد و وظائف کی تلقین مریدون کو کردیتے ہین۔ بڑے سلسلے اس وقت قادریہ۔ تجانیہ اور سنوسیہ ہین۔ ان شایخون کا اثر اپنے مریدون پر بہت کچہ ہے اور اگر وہ چاہین اور انہین اتنی عقل ہو تو وہ اپنے اثر سے بہت کچہہ کام لے سکتے ہین۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ایک دوسرے سے لاگ ہے۔ فرقہ سنوسیہ اور طریقہ تجانیہ دونون مصلح اور صلح پسند صوفیون کے سلسلے ہین۔ کہین جب کبہی فرانسیسون نے انہین ستایا تو وہ بہی عداوت پر آمادہ ہوگئے۔ ورنہ خود انہون نے کبہی پیشقدمی نہین کی۔ موریتینیا (یعنے مراکش۔ الجزایر۔ و تونس) مین بڑے بڑے مرابطین طریقہ قادریہ فاضل کے ہین۔ اون مین ایک شخص ما العینین فرانسیسون کا بڑا دشمن مشہور ہے جسے اہل یورپ مراکش کا بڑا جادوگر کہتے ہین۔ درحقیقت وہ ایک بزرگ اور متقی مسلمان اور داعی اسلام ہے۔ اس نے اسلام پر بعض مفید کتابین تصنیف کی ہین۔ اسی طرح سعدی بوبا بہی ایک پرجوش شخص ہے مگر صلح پسند ہے اور سنیگال کے حبشیون پر اس کا بہت بڑا اثر ہے۔ یہ لوگ اور یہ طریقے اگر مل کر کام کرین تو اسلام کی بہت بڑی خدمت کرسکتے ہین۔ نیگرو فطرتاً باطل پرست اور مبتلاے اوہام و خرافات ہین۔ حالانکہ اسلام نے خالص توحید کی تعلیم کی ہے۔ مگر پہر بہی انکے عقاید مین قبر پرستی پیر پرستی اور اسی قسم کی دوسری بدعتین کثرت سے داخل ہوگئی ہین۔ اور بعض مشایخ نے اپنے کرامات اور طرح طرح کے حیلون سے اپنا رعب خوب جما رکہا ہے۔ مذہبی پیشوائی اور قومی سرداری ان مشایخ کو پورے طور پر حاصل ہے۔ تہوڑی سی حرکت اور جد و جہد سے بڑے بڑے کام کرسکتے ہین۔ حال مین دو سلسلے اور قایم ہوے ہین۔ ایک موریتینیا مین

سلسلہ خدمت ہے اور دوسرا انجیریا مین طریقہ توحیدیہ ہے۔ طریقہ توحیدیہ کا یہ خیال ہے کہ
انسان بعض دینی طریقون سے سحر و خرق عادات پر تسلط پیدا کر سکتا ہے۔ یہ دوسرے
مسلمانون کو بت پرست کہتے ہین اور اُن کی عورتون سے شادی نہین کرتے غرض اب
ایک ایسے پرزور پاک نفس عالم کی ضرورت ہے کہ علاوہ اصلاح دینی و دنیوی کے
اون کو اتحاد کا سبق سکہاے۔ اورخاصکر ان شانٹون کو راہ پر لاے۔ اور ان کی حالت
کافور ٹو کہینچکر انہین عبرت دلاے۔ اور ان مین غیرت حمیت اور ہمت پیدا کرے۔
اسی طرح مسلمان داعیون نے ساحل گانا اور ملک لائبیریا مین اسلام پہیلایا
اشانطی کے دربار مین بہی مسلمانون کو بڑا دخل رہا ہے۔ اور وہان اون کا اثر بہت
اچہا پڑا۔ مسٹر بلائیڈن نے ایک عرصہ ہوا یہ خیال ظاہر کیا تہا کہ مغربی ساحل افریقہ پر
داہومی اور اشانطی جو دو بڑی عملداریان ہین اور جنکے فرمانروا بت پرست ہین
ان کا مسلمان ہونا کوئی دن کی بات ہے۔ اگرچہ اب یہ توقع کرنا ممکن نہین اسلئے
کہ اشانطی کا انگریزی سلطنت سے اور داہومی کا فرنچ گورنمنٹ سے اتحاد ہوگیا ہے
لیکن پہر بہی اشاعت ممکن ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمانون مین ایسی سوسائٹیان
موجود نہین جنکا کام صرف یہ ہو کہ دنیا مین اسلام کی اشاعت کرین ورنہ یہ ایسے
موقع ہین کہ کسیکو نصیب نہین ہو سکتے۔ اسلام خود اپنی راہ نکال لیتا ہے ورنہ
مسلمانون مین باقاعدہ اور منضبط سوسائٹیان اس غرض کے لئے کہین نہین
پائی جاتین۔ لاگوس مین اس وقت ۲۲۰۰۰ مسلمان آباد ہین حالانکہ بیس برس
پہلے صرف آٹہہ ہزار تہے اور بہت سے مدارس سرکاری خاص مسلمانون
کے لئے موجود ہین۔ سر ولیم میک گریگر کہتے ہین کہ "اسلام اس ملک کے بعض
حصون مین ترقی کر رہا ہے" جب مسلمان تجارت کے لئے یا یورپین افواج
مین بہرتی ہونے کے لئے دوسرے مقامات پر جاتے ہین تو وہان کے بت پرستان

پر ان کی لیاقت اور اخلاق کا اثر پڑتا ہے اور نیز جب وہ دیکھتے ہین کہ یورپین حکام اور بڑے بڑے لوگ ان کی عزت و توقیر کرتے ہین۔ تو ان لوگون کی وقعت اون کے دلون مین بیٹھہ جاتی ہے۔ اور جب کوئی بت پرست خواہ کیسا ہی ذلیل ہو مذہب اسلام قبول کرتا ہے تو فوراً مسلمانون کی برادری مین شریک ہو کر اون کے برابر کا آدمی ہو جاتا ہے۔ مسٹر بلائیڈن اپنی کتاب مین لکھتے ہین کہ "دریاے سینیگال کے دہانہ سے لاگوس کے بندرگاہ تک جن مین دو ہزار میل تک کا فاصلہ ہے کوئی شہر لب سمندر ایسا نہین ہے جسمین کم از کم ایک مسجد نہو اور جہان داعیان اسلام بڑی سرگرمی اور جوش سے اشاعت اسلام مین مصروف نہون" سیرالیون مین بہی مسلمانون کی تعداد خاصی ہے۔ ۴ سرکاری مدارس خاص مسلمانون کے لئے ہین جن مین اوسط تعداد طلبہ ۶۲ سے ہے اور مسلمان نوجوانون کو ٹرینینگ اسکولون مین داخل کرکے معلمی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ تاکہ مدارس مین ان کا تقرر کیا جائے۔ گیمبیا کی کل آبادی از روے مردم شماری سنہ ۱۹۰۱ء ۱۳۴۵۶ ہے۔ اس مین سے مسلمانون کی تعداد آدہے سے یعنے نصف سے زیادہ ہے۔ نائجیریا مین انتہائی مشرق کی طرف ایک اسلامی ریاست بالدا ہے۔ جسے آجکل حیاتو کے تحت مین جو سقوطو کے حکمران خاندان سے ہے بڑی خاص وقعت حاصل ہو گئی ہے۔ یہ شخص اسلام کی اشاعت اور مسلمانون کی اصلاح مین خاص کوشش کر رہا ہے۔ لاگوس کی طرح ملک یوروبا مین بہی اسلام خوب پہیل رہا ہے۔ جسکی وجہ سے اون لوگون مین زیادہ شایستگی پیدا ہو گئی ہے۔ اسلامی ریاست ہاے ہوسا مین اور دیگر حصون مین مسلمان عموماً قرآن پڑہتے ہین۔ یا عربی لکہنا پڑہنا سیکہ لیتے ہین غرض تعلیم کم درجہ کی ہے۔ دوسرے مطبوعہ کتابین نہونے کی وجہ سے بہی تعلیم کی اشاعت نہین ہوئی۔ مگر اہل ہوسا بہت صناع ہوتے ہین۔ چنانچہ یورپ مین کینو اور زریا چمڑے کی بڑی قدر ہوتی ہے۔

ان کے چمڑے۔ لوہے پیتل وغیرہ کے کام یورپ مین وقعت سے دیکھے جاتے ہین
مشرقی ساحل پر عرب تجار کی آمد و رفت ابتدا اے اسلام سے ہے اور اِن تجار کے
وجہ سے اسلام کے قدم بہت پہلے سے جم گئے اور رفتہ رفتہ اسلام گالا اور صمالی قومون مین
پہیل گیا۔ مگر افسوس ہے کہ مشرقی ساحل پر باوجود اشاعت اسلام کے وہان کے
لوگون مین وہ شایستگی اور صفائی پیدا نہوئی جو افریقہ کے دوسرے حصون مین نظر
آتی ہے۔

افریقہ کے جنوبی حصہ کیپ کالونی مین مسلمان قوم ڈچ کے ساتھہ سترہوین
اٹھارہوین صدی مین پہنچے۔ وہان کہ بعض مسلمانون کے نام بہی ڈچ زبان مین ہوتے ہین
اور اون کے ناک نقشہ سے بہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اون مین ڈچ خون ملا ہوا ہے۔
مسلمانون کی تعداد اس وقت کیپ کالونی مین ۲۲۶۲۳ ہے۔ تعلیم اور مذہبی پابندی کا
کیسقدر زیادہ چرچا ہے ہندوستان کے قلی جو وہان کام کرنے جاتے ہین اونہون نے بہی
اشاعت اسلام مین مدد دی ہے۔

اس مین شک نہین کہ بعض اوقات مسلمان فرمانروا اونہون نے جنگ وجدل سے
کام لیا اور تلوار کے زور سے اپنی قوت کو بڑہایا اور ان فتوحات کے اثر سے اور بعض
اوقات جبر و اکرہ سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ لیکن اس سے زیادہ اور کہین زیادہ
اشاعت اسلام صلح و امن۔ موعظت و تلقین اور مہر و مودت سے ہوئی جسکی شہادتین
نہایت کثرت سے موجود ہین۔ ان مین زیادہ حصہ لینے والے مسلمان تاجر ہین خواہ
وہ عرب ہون یا فلاحین یا کوئی اور قوم۔ یہ لوگ تجارت کا مال لیکر جگہہ جگہہ پہنچتے ہین
اور ساتھہ ساتھہ تبلیغ اسلام کا کام بہی کرتے ہین۔ اور لوگون کو ارکان اسلام کی تعلیم
دیتے ہین۔ دوسرے حاجی لوگ جب حج سے واپس آتے ہین تو تبلیغ اسلام کا جوش
ان مین پیدا ہوتا ہے اور اسکے متعلق مفید کام کرتے ہین معلوم ہوتا ہے حج نے افریقہ کے

بہت اچھا اثر ڈالا ہے۔ اور روملان کے حاجی ہندوستان و ایران کے سے حاجی نہین جو اپنی سختی اور شقاوت مین ضرب المثل ہین۔ افریقہ مین یہ لوگ دور دور سفر کرتے ہین اور اسلام پہیلاتے ہین دوسرے مسلمان انکی مدد کرتے رہتے ہین۔ تیسرے جامع ازہر کے فارغ التحصیل طلبہ جب بت پرستون کی ملک مین جاتے ہین تو طرح طرح سے اشاعت اسلام مین کوشش کرتے ہین۔ اور یہ لوگ جہان کہین جاتے ہین ان کی عزت و توقیر ہوتی ہے چنانچہ بڑی بڑی عملداریون مین مثلاً دارفر اور مانڈنگو مین بڑے بڑے عہدے انہین کو ملتے ہین اور بادشاہ کے بعد انہین کا رتبہ سمجہا جاتا ہے۔ اور صرف مسلمانون ہی کے ملکون مین نہین بلکہ بت پرستون کی بستیون مین بہی ان کی بڑی عزت ہوتی ہے۔ اور جہان کہین مدرسہ جاری کرتے ہین تو بت پرست بہی اپنے بچون کو پڑہانے کے لئے وہین بہیجتے ہین۔ اور وہان وہ مسلمان بچون کی طرح احکام و ارکان دین کی تعلیم پاتے ہین۔ اور لوگ مسلمان اساتذہ کی تعظیم کرتے ہین۔ اور یہ اثر ایسے ہین کہ ان سے اشاعت اسلام مین بڑی مدد ملتی ہے۔ بعض مسلمان انہین بت پرستون مین شادی کر لیتے ہین اور اس طرح اسلام بت پرستون کے گہرون مین پہنچ جاتا ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن سے وہ لوگ بہی بہرہ ور ہو جاتے ہین۔ بقول سر بارٹلٹ فریرے بت پرست کو اسلام قبول کرتے ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ہی ملک مین ایسی قوم کا رکن ہو گیا ہے جو حکمران نہین تو ملکی رسوخ کے اعتبار سے بہت ترقی یافتہ ہے لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسلمان ہوتے ہی وہ برادری مین شامل ہو جاتا ہے اور بڑے سے بڑے مسلمان کے برابر اسے حقوق حاصل ہو جاتے ہین۔ یہ مساوات اور اخوت مسیحی مشنریون مین نہین اور اسی وجہ سے عیسائیون کو مسلمانون کے مقابلہ مین کامیابی نہین ہوتی۔ چنانچہ ایک عیسائی مشنری نے

کسی دیسی کالی عورت سے شادی کرلی تہی۔ اس شادی سے وہان کے عیسائی اسقدر ناراض ہوے کہ شنری کو مجبوراً ملک چہوڑنا پڑا۔ مسٹر بلائیڈن جو عیسائی اور حبشی النسل مین اور نہایت قابل شخص ہین انہون نے اس موضوع پر ایک کتاب لکہی ہے اور افریقہ مین عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ کیا ہے اور نہایت شرح و بسط کے ساتہہ اسپر بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کا اثر افریقہ کی بت پرست اقوام اور حبشیون پر بمقابلہ عیسائیون کے بہت اچہا ہوا ہے۔ اسلام قبول کرتے ہی یہ لوگ صاف اور پاکیزہ زندگی اختیار کرلیتے ہین۔ جو مہینون نہاتے نہ ہاتہہ مونہہ دہوتے تہے وہ ایسے صاف ستہرے ہوجاتے ہین گویا ان کا شعار قومی یہی ہے۔ شراب خواری اور اوہام باطلہ کو ترک کردیتے ہین اور اون کے اخلاق مین بین فرق پیدا ہوجاتا ہے۔ حالانکہ جو لوگ عیسائی ہوجاتے ہین اُنمین شراب خواری اور بڑہ جاتی ہے اور اون کے اخلاق مین کوئی نمایان ترقی پیدا نہین ہوتی۔ سب سے زیادہ وہ اس بات کے قائل ہین کہ مسلمان ہونے سے ذلیل سے ذلیل حبشی بہی برادری مین شریک ہوکر مساوی حقوق حاصل کرلیتا ہے اور کوئی امتیاز رنگ و قوم کا نہین رہتا۔ اسکے تعلقات اس قسم کے ہوتے ہین گویا قدیم سے ایسے ہی چلے آرہے ہین۔

اس کے علاوہ وہان عربی زبان پہیل گئی ہے اور اس سے یہ فائدہ ہوا کہ افریقہ کے سردارون اور فرمانرواؤن کو ایک ضابطہ اور دستور العمل حکومت کا مل گیا۔ اس سے پہلے وہ محض اپنی رائے پر کام کرتے تہے۔ اس سے اون کی تہذیب مین ترقی ہوئی۔ تجارت اور صنعت بڑہ گئی۔ زندگی اچہی طرح بسر کرنے کا ڈہنگ آیا ہمدردی مین وسعت ہوگئی۔ اسلامی طرز حکومت سے بڑے بڑے شہر آباد ہوگئے اور تجارت کی منڈیان قایم ہوگئین۔ آئزک ٹیلر جو مشہور عالم پادری ہین اور جنہون نے مصر اور افریقہ کے بعض حصون مین سیاحت کرکے